فروری 2020

ماہنامہ ولی اللہ

ارمغان

₹ 25/-

ARMUGHAN, PHULAT
Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)

پھلت ضلع مظفر نگر (یوپی)
www.armughan.net

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۸ شمارہ ۲ فروری ۲۰۲۰ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ

سر پرست :
حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مجلس مشاورت
☆ مولانا محمد طاھر ندوی
☆ مولانا محمد اقبال قاسمی
☆ مفتی محمد ھارون مظاھری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر
وصی سلیمان ندوی

پتہ
دفتر ارمغان
پُھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-7060450315
9359774316 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی
سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری
مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی
مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ
موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے
❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) مولانا برہان الدین سنبھلی کی رحلت	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	ایک چراغ اور بجھا.....	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	حضرت مولانا کو امت کا خراج عقیدت	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۱۰
☆	نعت شریف	حفیظ محمود بلند شہری	۱۴
☆	امید کی کرن اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا فیصل احمد بھٹکلی	۱۵
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	مولانا محمد یامین کلیمی	۱۹
☆	ایمان پر استقامت...	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۳
☆	قاضی اطہر مبارک پوری اور ان کی کتاب..	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۶
☆	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۳۰
☆	این آر سی، ایک حقیقت پسندانہ جائزہ	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۳۴
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۷
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۸
☆	کتاب نما	محمد حنیف قاسمی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **فروری** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مولانا برہان الدین سنبھلی کی رحلت

۲۱ر جمادی الاولیٰ / مطابق ۱۷ر جنوری، جمعہ کی شام کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک بزرگ عالم دین، ہزار ہا ہزار فرزندان ندوہ کے استاذ، بلکہ استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے معتمد خاص، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے نائب صدر، درجنوں کتابوں کے مصنف، صاحب نظر فقیہ، عالی مرتبہ مفسر قرآن، کہنہ مشق محدث، علوم ولی اللہی کے رمز شناس، ندوۃ العلماء کی مجلس تحقیقات شرعیہ کے ناظم، اور سیکڑوں خوبیوں سے مالا مال ایک مجسمہ انسانیت حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر اپنی نیکیوں اور خوبیوں کا صلہ پانے کے لئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے، اور اپنے پیچھے، اپنے چاہنے والوں کے حسرت وافسوس اور غم واندوہ کا ایک طویل سلسلہ چھوڑ گئے۔ انّا للہ وَاِنّا اِلَیہ رَاجِعون. ان للہ مااعطی ولہ مااخد و کل شئی عندہ باجل مسمی.

استاذ گرامی حضرت مولانا برہان الدین صاحب، سنبھل مرادآباد کی اس تاریخی سرزمین پر، محلّہ میاں سرائے میں، ۴ر ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ / مطابق ۵ر فروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے، جہاں اسلامی عہد حکومت میں بڑے نابغہ روزگار علماء، محدثین، اولیاء اللہ اور خاصان خدا نے جنم لیا، آپ کے والد مولانا قاری حکیم محمد حمید الدین سنبھلی ایک صاحب نظر اور صاحب قلم عالم دین تھے، اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی دینی تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام کیا، اور سنبھل سے لے کر دارالعلوم دیوبند تک ان پر خصوصی توجہ مرکوز رکھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ استاذ گرامی نے اپنے دور طالب علمی کے اکثر امتحانات میں امتیازی نمبرات حاصل کئے، اور پختہ استعداد کے مالک بن گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا، وہیں کے دوران قیام مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر کیمیا اثر ان پر پڑی، اور ایک مفکر کی کیمیا شناس نظر نے اس گوہر نایاب کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریسی خدمات کے لئے طلب فرمالیا، اس طرح ۱۹۷۰ء کی کسی تاریخ کو وہ ندوۃ العلماء منتقل ہو گئے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کا یہ زمانہ ان کی زندگی کا سنہرا دور ثابت ہوا، مولانا مرحوم کی بے پناہ علمی صلاحیت، طبعی سلامتی، کچھ کر دکھانے کی دھن، اور اس پر مستزاد حضرت مفکر اسلام کا اعتماد اور سرپرستی، ان تمام عناصر نے مولانا کی شخصیت کے تمام جوہر نکھار دیئے، اور اس عظیم الشان عالمی ادارہ میں مولانا کو ان کی ہمہ جہتی خدمات کے باعث، ایک کامیاب مدرس، ممتاز فقیہ، صاحب نظر مصنف، کہنہ مشق واعظ، کامیاب قاضی، اور ہر دل عزیز رہنما تسلیم کر لیا گیا، ندوۃ العلماء کے قیام کے دوران بلا شبہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

انھوں نے ہزاروں پتھروں کو تراش کر ہیرا بنادیا، اور کتنے ہی خزف ریزوں کو نگینہ کی طرح چمکا دیا، ان کے تیار کئے ہوئے علم وفن کے یہ آفتاب وماہتاب آج ساری دنیا میں دینی علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محترم کا اصل میدان تو رجال سازی اور افراد کی تیاری کا تھا، اور اس میدان میں ان کی خدمات کو ہر وہ شخص تسلیم کرتا ہے جو ان کی شخصیت سے ذرا بھی واقف ہے، درس وتدریس اور تعلیم وتربیت کا جو مشفقانہ انداز مولانا کا خاصہ تھا، اس کی وضاحت کے لئے یہ صفحات کافی نہیں ہوسکتے، اپنے علم پر اعتماد، مفہوم کی ادائیگی پر قدرت، افہام وتفہیم کی بے پناہ صلاحیت، باریک نکتوں اور لطیف اشاروں کے ذریعہ موضوع پر ماہرانہ گرفت، اوقات کی پابندی، نصاب کی تکمیل کی فکر اور اس جیسی کتنی چیزیں ہیں جو مولانا کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ مولانا ایک پختہ کار صاحب قلم بھی تھے، مشکل موضوعات، اور دقیق فنی فقہی مباحث کو پانی بنادینے کا فن آپ کو آتا تھا، ان کی تحریروں میں شگفتگی، چاشنی، ادبی شکوہ اور دل آویزی کی جو خصوصیات پائی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے ان کی تحریریں مقبول خاص وعام بن گئی تھیں، اسلامی فقہ اکیڈمی کے قیام سے پہلے، ہندوستان میں جدید فقہی مسائل کی تحقیق وتدوین کا جو کام انفرادی طور پر کیا گیا ہے، اس کی مقدار کمیت وکیفیت دونوں اعتبار سے بہت محدود ہے، اس دور میں ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے جدید فقہی مسائل پر کام کرنے کے لئے مجلس تحقیقات شرعیہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا، تو اس کی ذمہ داری حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی کے سپرد کی، انھوں نے اس اسٹیج سے متعدد علمی کتابوں کی تیاری اور اشاعت کے ذریعہ بہت سے اہم اور ضروری موضوعات پر خاصا متنوع لٹریچر تیار کردیا، اور اس میدان میں ان کی اولیت کا اعتراف کیا گیا، اس مناسبت سے انھوں نے جو کتابیں تصنیف کیں ان میں معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں، بینک انشورنس اور سرکاری قرضے، رویت ہلال کا مسئلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اسی کے ساتھ یونی فارم سول کوڈ اور عورت کے حقوق، جدید طبی مسائل بھی اسی طرح کے موضوعات پر لکھی گئی ان کی تحریریں ہیں، اس کے علاوہ اصلاح معاشرہ، نفقہ مطلقہ، موجودہ دور میں کار نبوت انجام دینے والے، مسلمانوں کی پریشانیوں کے حقیقی اسباب اور علاج، چند اہم کتب تفسیر اور قرآن کریم کے ترجمے، خواتین کے لئے اسلام کے تحفے، چند اہم دینی مباحث، موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل ان کی مشہور کتابیں ہیں، خالص علمی اور فکری موضوعات پر سو سے زیادہ علمی تحقیقی مقالے اس کے علاوہ ہیں جو مولانا کے قلم کے مرہون منت ہیں۔

اس ناچیز کے ساتھ، اور ماہنامہ ارمغان کے ساتھ بھی مولانا کا گہرا تعلق تھا، اور ہماری دینی دعوتی تحریک کے ساتھ ان کا اعتبار اور اعتماد کا رشتہ ہمیشہ قائم رہا، وہ اس کی کارگذاریوں سے خوش ہوتے، اور ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرماتے۔ اس لحاظ سے ان کی وفات ہمارے لئے اور ہماری پوری تحریک کے لئے ایک بڑا حادثہ ہے، ادارہ ارمغان اپنے مخلص قارئین سے ایسے مخلص بزرگ عالم، اور خادم دین کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے، اور مولانا مرحوم کی ترقی درجات کے دعا گو ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

وصی سلیمان ندوی

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

شیخ التفسیر حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ

کچھ یادیں کچھ تاثرات

مولانا محمد کلیم صدیقی

خالق ارض وسماء نے اس کائنات میں ہر جاندار کو فانی پیدا کیا ہے، صرف اسی کی ذات ہے جو حیّ وقیوم ہے، باقی سب کو فنا ہونا ہے، کسی کے لئے بھی بقاء دوام نہیں ہے، اسی لئے مالک الملک رب کریم نے اس دنیا کو ایک ریل گاڑی کی مانند بنایا ہے، روزانہ نہ جانے کتنے لوگ اس دنیائے آب وگل میں آنکھیں کھول کر اس گاڑی میں سوار ہوجاتے ہیں اور جتنے دن کا سفر کاتب تقدیر نے ان کے لئے لکھ دیا ہے اس کو پورا کر کے موت کے بہانے اتر جاتے ہیں، یعنی اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں، کتنے مسافر ایسے ہوتے ہیں جن کے سوار ہونے سے نہ کوئی متأثر ہوتا ہے، نہ ان کے اترنے سے کوئی فرق پڑتا ہے، اور کسی کو احساس تک نہیں ہوتا کہ کب اپنی منزل پر پہنچ گیا اور گاڑی سے اتر بھی گیا۔ مگر اسی دنیا میں بعض ایسی شخصیات بھی آتی ہیں، کہ جب تک وہ دنیا میں موجود رہتی ہیں، ان کی خوشبو سے فضائے کائنات معطر رہتی ہے، اور ان کے رخصت ہونے کے بعد مدتوں تک تاریخ ان کو یاد کرتی ہے، اور ان کا خلا محسوس کیا جاتا ہے، ان خوش قسمت لوگوں میں کچھ نامور مبارک شخصیات ایسی ہوتی ہیں، جو اس دنیا میں ایک مثالی اور متواضعانہ زندگی گذار کر رخصت ہوتی ہیں، لیکن ان کے کارنامے ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو صدیوں تک یاد رکھتے ہیں اور اپنے درمیان سے ان کے چلے جانے کو ایک ناقابل تلافی نقصان جانتے ہیں، ان کی قابل رشک زندگی کی وجہ سے یہ تمنا ان کے دلوں میں موجزن ہوتی ہے کہ کاش کچھ وقت اور ان کے درمیان گزار لیا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا، کاش ان کی منزل ابھی نہ آئی ہوتی، اور ہمیں مزید ان کی رفاقت نصیب رہتی۔ ایسی ہی خصوصیات وکمالات کی حامل، ایک فرشتہ صفت شخصیت حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نوراللہ مرقدہ کی ذات عالی تھی جو مؤرخہ ۲۱/ جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۷/ جنوری ۲۰۲۰ء بروز جمعہ ہمیں داغ مفارقت دے کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے، اور اپنے خالق ومالک کے حضور، اپنی علم وعمل سے بھرپور کامیاب ترین زندگی کے ثمرات حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے ہم سے دور چلے گئے۔: **کل نفس ذائقة الموت** (ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے) پر ہمارا ایمان ہے، اس لئے اس فرمان الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ان کی وفات پر: انا للہ وانا الیہ راجعون لکھنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ کوئی اس موقع پر تعزیت کرے تاکہ غم ہلکان ہو، جو لوگ بھی مولاناؒ کے علمی مقام ومرتبہ سے واقف ہیں، اور جنھوں نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان کے وجود مسعود کی قدر ان کو معلوم ہے، ان سب کے لئے مولانا کا ہمارے درمیان سے رخصت ہوجانا بہت بڑا حادثہ ہے، جس کی تلافی قحط الرجال کے اس دور میں بہ آسانی ممکن نہیں نظر آتی، البتہ اللہ بہترین کارساز ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنے فضل سے ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

یقیناً اس دنیائے فانی میں آنے جانے کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے، لیکن جو لوگ دنیا میں اپنی نافعیت ثابت کرتے ہیں،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ان کو یاد کیا جاتا ہے اور ہر ضرورت کے موقع پر ان کی کمی محسوس کی جاتی ہے، اللہ کی پیدا کی ہوئی بعض برگزیدہ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کا فیض ان کے شاگردین، منتسبین، متعلمین، اور مستفیدین کے ذریعہ سے لمبے عرصہ تک جاری رہتا ہے، اوران کے علمی کارنامے تو مستقل ایک حیات جاوداں کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے کسی بھی موقع پر استفادہ کی راہ آسان ہوتی ہے۔

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ کے انتقال کی خبر یقیناً نہ صرف ندوی برادری کے لئے بلکہ پورے برصغیر کے علمی حلقہ کے لئے افسوس ناک اور باعث رنج ہے، اس لئے کہ ان کا شمار برصغیر کے صف اول کے ایسے علماء میں ہوتا تھا، جنہوں نے اپنی حیات مستعار کے ایک ایک لمحہ کی قیمت وصول کی، اور تعلیم وتربیت، درس وتدریس، وعظ وخطابت اور تصنیف وتالیف جیسے ہر میدان میں ہمہ جہت خدمات انجام دیں، وہ عصر حاضر کے بڑے مصنف بڑے ادیب، بڑے خطیب، بڑے مدرس اور بہت بڑے انسان تھے، ان کی گفتگو میں بڑی شگفتگی تھی اور قلم میں شگفتگی اور متانت و سنجیدگی کا عنصر نمایاں تھا۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن ان کے کارنامے اور شخصی امتیازات ہمارے سامنے ہیں، جن سے ہم تادیر استفادہ کر سکتے ہیں۔

مولانا سنبھلیؒ کی پیدائش ۱۹۳۷ء میں سنبھل مرادآباد کے ایک علمی، دینی متوسط گھرانہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم، حفظ وقرآت بشمول ابتدائی عربی تعلیم سنبھل میں ہوئی، اعلی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور وہاں سے ۱۹۵۷ء میں آپ کی فراغت ہوئی، اور بڑے امتیازی نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کی، آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، اوران خوش قسمت تلامذہ میں سے ایک تھے جنہوں نے باضابطہ دار العلوم دیوبند میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور حضرت کی حیات کے آخری سال کے صحاح ستہ کے درس میں شامل ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سالہا سال مدرسہ فتح پوری دہلی میں تدریس کی خدمت انجام دی، ۱۹۷۰ء کے کسی مہینہ میں، میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کی دعوت وترغیب پر آپ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے، اور تدریسی خدمات سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ پھر آپ یہیں کے ہوکر رہ گئے۔

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی کے ہمارے حضرت والا سے بہت گہرے روابط تھے اور وہ ان کو اپنا محسن، مربی اور استاد سمجھتے تھے۔ مولانا سنبھلیؒ کا یہ امتیاز رہا کہ انہوں نے حضرت والا کی تمنا وخواہش کا لحاظ کرتے ہوئے تقریبا پچاس سال تک تادم حیات اپنے کو ان کے بتائے ہوئے کاموں کے لئے وقف رکھا۔ اور اس راہ میں پوری ثابت قدمی سے آگے بڑھتے گئے، پھر دنیا نے دیکھا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے فرزندان ندوہ گواہ ہیں کہ آپؒ نے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، اپنی حیثیت اور اپنے مشن کو سامنے رکھ کر اخلاص اور جاں سپاری کے ساتھ پوری زندگی گزاردی۔ یہ نتیجہ تھا اس بات کا کہ انہوں نے ہمارے حضرت والا کے ساتھ رہ کر اپنے دائرہ کار کو طے کیا، اور پھر پوری زندگی نافع بن کر درس وتدریس کی، اور تصنیف وتالیف کی خدمت میں لگے رہے۔

اس دوران آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حدیث و تفسیر اور فقہ اسلامی کی اونچی کتابوں کی تدریس کا فریضہ انجام دیا، اور ایک کامیاب مدرس واستاذ کی حیثیت سے اپنا لوہا منوایا، آپ کی علمی شان و مقام اور فقہی امتیاز کو دیکھ کر آپ کو ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' کا ناظم بنایا گیا۔ جہاں سے دوران تدریس ہی رویت ہلال پر آپ کا ایک بہت فاضلانہ رسالہ شائع ہوا، اور اس نے اہل علم واہل نظر سے داد تحسین حاصل کی۔ "معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں" یہ کتاب آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔ اسلام کے معاشرتی مسائل میں نکاح وطلاق اور وراثت کے متعلق

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بعض قوانین کوتجدد پسندوں نے عرصہ سے اعتراضات کا نشانہ بنا رکھا تھا،مولانا نے اس کتاب میں ان کے اعتراضات کا جائزہ لیا ہے، اوران کی غلطیوں اور کمزوریوں کو واضح کیا ہے۔اسی طرح نکاح کے اسلامی طریقہ کا دوسرے مذاہب سے موازنہ کرکے اس کی برتری وفوقیت کوثابت کیا ہے۔''بینک انشورنس اور سرکاری قرضے''مولانا کی دوسری اہم تصنیف ہے،جس نے ہندوستان میں جدید فقہی مسائل کے میدان میں ایک مثال قائم کی،اوراہل علم نے اس کی اہمیت وعلمیت کومحسوس کیا،مولانا برہان الدین سنبھلیؒ کی ایک اوراہم کتاب "متاع علم وفکر" ہے جومولانا سنبھلیؒ کے علمی وتحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے۔اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب تیار کئے گئے''مجموعہ قوانین اسلامی'' کے مرتبین کی جماعت میں بھی آپ شامل رہے،اور اپنی آراء کے ذریعہ اس مجموعہ کوزیادہ مفیداوروقیع بنانے میں حصہ لیا۔ان مشہور تصنیفات کے علاوہ مولانا نے مختلف فقہی اور کلامی موضوعات پر بیش قیمت مقالات،اوردرجنوں مرحومین پرتعزیتی مضامین بھی تحریرفرمائے،اوراپنی متوازن اورمعتدل تحریروں کے باعث اہل علم کے درمیان مقبولیت حاصل کی۔

مولاناؒ علمی حلقہ اور طبقہ علماء میں پختہ تحریر وتقریر، وسعت مطالعہ، دقت نظراورمزاج تحقیق کے اعتبار سے ایک خاص مقام و مرتبہ رکھتے تھے،آپ کا علمی فیض ہندوستان ہی تک محدودنہیں تھا بلکہ عرب تک بھی پہنچا، وہاں کے اہل علم نے بھی آپ کے علمی مقالات سے استفادہ کیا،آپ نے فقہی سیمیناروں اوردیگر دعوتی و دینی مناسبتوں سے کثرت سے اسفار کئے، اور ملک بھر میں پروگراموں میں شرکت کرتے رہے،اور جب تک صحت ساتھ دیتی رہی، اسفار کا یہ سلسلہ جاری رہا، بلکہ آخری زمانہ میں فالج کے حملے کے بعدبھی جب طبیعت ذرا بحال ہوئی ،اس کے بعدخاصی معذوری کے باوجود پوری ہمت کے ساتھ اسفارفرماتے رہے،اوراپنے خیالات سے خلق خدا کوفائدہ پہنچاتے رہے۔ان دینی ، دعوتی اوراصلاحی مقاصد کے علاوہ فقہی سیمیناروں کے لئے جہاں آپ نے پورے ملک کے بہت سے مقامات کے دورے کئے،وہیں آپ نے کئی بیرونی ممالک کے دینی وعلمی سفربھی کئے، جن میں امریکہ کاایک طویل سفربھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو بے شمارخصوصیات وامتیازات سے نوازا تھا،اور بہت سی اہم خوبیاں عطا فرمائی تھیں،مولانا حسن سیرت اورحسن صورت دونوں کے جامع تھے،اور بہت وجیہ شخصیت رکھتے تھے، اور بہت سارے لوگوں میں اپنی خوبصورتی اوروجاہت کی وجہ سے پہچان لئے جاتے تھے،صفائی،ستھرائی اور لباس کی شائستگی میں بھی بالکل امتیازی حاصل تھی۔

مولانا کا ایک امتیاز ان کی تلاوت قرآن کا لہجہ بھی تھا، وہ جب کبھی ندوہ میں نماز پڑھاتے تھے،تو اتنی سریلی آواز اوراتنی خوش الحانی ہوتی تھی، کہ آدمی بالکل مسحور ہوکر رہ جاتا،جس سے ادھر ادھر توجہ نہیں ہونے پاتی تھی،اور دل کو بھاجانے والے امتیازی لہجہ میں وہ قرآن پڑھتے تھے۔

مولانا کا امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ اپنی طالب علمی کے دوران دارالعلوم دیوبند میں ہمیشہ امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے رہے،اوراس زمانہ میں بھی ان کے اساتذہ ان کی صلاحیت پر اعتمادکرتے تھے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ان کا درس ،اورتدریس کا انداز بھی بالکل امتیازی خصوصیات کا حامل تھا،خواہ وہ تفسیر کا درس ہو یا فقہ اسلامی کا،تفسیر میں ہمیشہ وہ جمہور کے مسلک کے پابندہوتے تھے، اور بے شمار باریک نکات اورلطیف اشارات بیان کرتے تھے،اور تفسیری جواہرات انڈیل دیتے تھے،فقہ کی تدریس میں وہ بالکل معتدل،اوراصولی رائے بیان کرتے تھے،اور بڑی وضاحت کے ساتھ کسی مسئلہ کوحل کرتے تھے،اوراس میں **یسر ولا تعسر ،بشر ولا تنفر** کا بہت خیال رہتا تھا۔

مولانا کا حضرت شاہ ولی اللہؒ کی معرکۃ الآراء کتاب

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حجۃ اللہ البالغۃ کا درس مشہور زمانہ تھا، وہ اسے ایک مشاق منجھے ہوئے باکمال استاد کی حیثیت سے پڑھاتے تھے اوراس کتاب کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے، وہ شاہ صاحبؒ کے دقیق معانی اور رموز انہیں کی تصنیفات سے حل کر کے پڑھاتے تھے جس کے سبب ہر طالب علم اس کی مشکل ترین بحثوں کو بآسانی سمجھنے کا اہل ہو جاتا تھا۔

ان کو فکر اسلامی، حکمت دین اور اسرار شریعت سے بھی گہری واقفیت تھی، وہ دوران درس بڑے بلیغ اور لطیف علمی نکات بیان کرتے تھے، ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد تفسیر آپ متعارف ہوئے تو آپ کے علمی فیض سے ایک بڑی تعداد نے استفادہ کیا۔ ستر کی دہائی کے بعد کے جتنے بھی ندوی فضلاء ہیں، آپ بلا واسطہ یا بالواسطہ سب کے استاد ہیں۔

مسلمانوں کے ملی مسائل میں مولانا کی جو رائے ہوتی تھی وہ بھی بہت امتیازی ہوتی تھی، اور لوگ اس سے مطمئن ہوتے تھے اور ان کی رائے کو پسند کرتے تھے۔

اپنی زندگی کے لئے جو خطوط انھوں نے طے کر لئے تھے، اس پر وہ پوری زندگی عامل رہے، وہ دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ قاسمی عالم دین تھے، اور دارالعلوم دیوبند سے والہانہ عقیدت و محبت کا رشتہ رکھتے تھے، لیکن ندوۃ العلماء جیسے شہرہ آفاق ادارہ کے استاذ رہ کر انھوں نے بیگانگی یا اجنبیت کا احساس کبھی نہ ہونے دیا، اور نہ احساس کیا۔ یہ بھی مولانا کا خاص امتیاز تھا۔

اس کے علاوہ شاگردوں کے ساتھ جو رحمت و شفقت کا معمول تھا، اتنی بڑی عالمی شخصیت ہونے کے باوجود، اتنی سادگی سے رہتے تھے، کہ مولانا سے ملاقات کرنا اور ان سے گفتگو کرنا اتنا آسان تھا، کہ یہ خود مولانا کا ایک امتیاز تھا۔ شاگردوں کا بہت خیال فرماتے تھے ان سے ملاقات کے لئے جانے والا کوئی طالب علم یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کے کروفر کی بناء پر طالب علم کو حجاب ہوتا ہو، اور ان سے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہو، ان کے یہاں کسی طرح کا تکلف یا تصنع نہیں تھا، ہر طالب علم کو وہ میسر رہتے تھے، اسی لئے درجہ کے علاوہ، بھی طلباء کی ایک تعداد ان کی نگرانی میں اپنا مطالعہ جاری رکھتی تھی اور اپنی تعلیمی ترقی میں ان کے مشوروں سے استفادہ کرتی تھی۔

مولانا نماز پڑھتے تھے تو ان کا یہ عمل بھی امتیازی حیثیت رکھتا تھا، ہمیشہ صف اول میں، تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے، اور اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پوری فرماتے، یہاں تک کہ فالج کے زمانہ میں، اور اس کے بعد وہیل چیئر پر جا کر پابندی سے مسجد میں، پہلے کی طرح صف اول میں اور تکبیر اولی کے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، یہ بھی مولانا کی ایک امتیازی صفت تھی۔

آج کے زمانہ میں کسی ایک شخصیت میں اتنے سارے امتیازات، اور اتنی ساری خوبیاں خال خال ہی دیکھنے میں آتی ہیں لیکن اللہ تعالی نے مولانا کو ان امتیازات کا خوگر بنا دیا تھا، جس کی وجہ سے مولانا کی شخصیت کا حسن دوبالا ہو گیا تھا۔

مولانا سنبھلیؒ ہندوستان کی بڑی بڑی تنظیموں اور اداروں کے سرپرست اور اعلی عہدہ دار کے مقام پر فائز رہے، آپ مسلم پرسنل لا بورڈ کے اساسی ممبر تھے، بورڈ کے قیام کے وقت ہی سے آپ اس میں شریک رہے اور فعالیت کے ساتھ اس پلیٹ فارم سے آپ نے ملت کی خدمت کی۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کے آپ نائب صدر تھے۔ مجلس تحقیقات شرعیہ کے آپ ناظم تھے۔ دارالقضاء اتر پردیش کے صدر رہے۔

آپ حسن صورت اور حسن سیرت کا پیکر تھے، آواز خوبصورت تھی، قرآن کریم پڑھنے میں خوش الحانی تھی ان کی آواز کانوں میں رس گھولتی تھی، بہت ڈوب کر قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، ندوہ کے زمانہ میں دل چاہتا تھا کہ مولانا نماز پڑھائیں خاص کر جب وہ فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو بڑی خوشی ہوتی تھی۔

وہ عادات واخلاق کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر فائز

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تھے، مزاج میں انتہائی درجہ سادگی تھی۔ یکسوئی اور اپنے دائرہ میں رہ کر کام کرنے کا مزاج تھا، غیر سیاسی ذہن تھا ہمیشہ یکسوئی سے رہتے تھے، ندوہ میں آ گئے تھے تو پوری زندگی کبھی مکتب فکر کے اختلافات کو درمیان میں نہیں آنے دیا، یا کوئی الگ پہچان بنانے کی کوشش نہیں کی اور نہ ایسی کسی کوشش کی ہمت افزائی فرمائی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بہت والہانہ محبت اور تعلق رکھتے تھے، حضرت مولاناؒ کے عصر اور مغرب کی نماز کے بعد کے جو معمولات تھے ان میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے، مسلسل مجالس میں شرکت فرماتے رہے، اسی طرح حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب مدظلہ العالی سے بھی بہت گہرا ربط و تعلق رکھتے تھے۔ تفسیر قرآن اور فقہ اسلامی میں تو ان کو امتیاز حاصل تھا ہی ساتھ ہی ساتھ ملی مسائل اور ملی تنظیموں کی بھی سرپرستی فرماتے تھے، اگر اس سلسلہ میں کوئی رائے دیتے تھے تو قدر کی نگاہ سے ان کی رائے کو دیکھا جاتا تھا۔

مولانا برہان الدین صاحب اس حقیر کے ساتھ بہت تعلق کا معاملہ فرماتے تھے۔ ۱۹۷۷ء سے میرا ندوہ سے تعلق قائم ہو گیا تھا اس طویل مدت میں مولاناؒ کی نہ جانے کتنی شفقتیں، محبتیں یاد آتی ہیں، جو وہ اس حقیر کے ساتھ فرماتے رہتے تھے، دیوبند سے ایک عزیز داری بھی ہو گئی تھی، تو اس رشتہ کو بھی وہ بہت محبت اور شفقت سے نبھاتے تھے، مجھے یاد نہیں کہ کبھی بغرض ملاقات حاضری ہوئی ہو اور ان سے وقت لینے میں، یا ملاقات کرنے میں کبھی انتظار کرنا پڑا ہو، یا کسی طرح کی مشکل کا سامنا ہوا ہو، یا مولانا نے اپنی بیماری اور مصروفیت کا عذر کیا ہو، اور بعد میں حاضر ہونا پڑا ہو، ہمیشہ محبت سے استقبال فرماتے اور شفقت کا معاملہ فرماتے، پوری ضیافت اور پرتکلف چائے ناشتہ وغیرہ سے عزت افزائی فرماتے۔

ہر ملاقات کے موقع پر دعوتی کارگزاریاں پوری دلچسپی سے معلوم کرتے اور بڑی توجہ سے سماعت فرماتے، کبھی کبھی کچھ رائے اور مشورہ سے بھی نوازا کرتے تھے، کبھی بعض لوگوں کی دعوت کے سلسلہ میں رہنمائی بھی فرماتے اور ہمارے رفقاء سے بھی معلومات لیتے رہتے تھے۔ ان سے جب بھی ملاقات ہوتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہماری ٹوٹی پھوٹی دعوتی کوششوں کا انہیں خوب علم ہے، اسی لئے مسلسل دعاؤں سے نوازتے رہتے تھے، اور خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ کئی بار معلوم ہوا کہ ماہنامہ ارمغان کا مطالعہ فرماتے تھے اور کبھی کبھی اس کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا کرتے تھے۔

ایسی امتیازی خصوصیات کی حامل، نادرہ روزگار شخصیت کا ہمارے درمیان سے اچانک اٹھ جانا ہم سب کے لئے ایک بڑا حادثہ ہے، اور پوری علمی برداری کے ساتھ ہم سب بھی مستحق تعزیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، نیز ندوہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

یاد رفتگاں اور ایصال ثواب

جامعہ ولی اللہ پھلت کے ایک استاذ مولانا محمد واجد ندوی کلیان پوری کے والد محترم جناب تراب الدین صاحب کا ۱۹؍جنوری کی صبح کو اچانک انتقال ہو گیا۔

ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی کے تایازاد بھائی محمد رفیق صاحب نے، جو عرصہ سے میرٹھ شہر میں مقیم تھے، ۱۹؍جنوری کو اس دار فانی کو الوداع کہا۔

ہمارے تحریک کے ایک مخلص داعی جناب حکیم جمال احمد صاحب کے والد محترم کا ۲۱؍جنوری کو حادثہ وفات پیش آیا

ہمارے ایک اور داعی جناب مولانا محمد حارث ندوی کے والد محترم نے بھی ۲۱؍جنوری کو اس دنیا کو الوداع کہا۔

مدرسہ فیض الاسلام کے استاذ، اور حضرت داعی اسلام کے بھتیجے جناب محمد شمیم صدیقی نے اسی دوران انتقال فرمایا۔

اسلامک مشن اسکول علی گڑھ کے مؤقر استاذ مولانا شمیم ندوی کی والدہ محترمہ نے ۸؍جنوری کو انتقال فرمایا۔

ان تمام کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو

امّت کا خراج عقیدت

(تاریخ وفات ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء)

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

مولانا ابوالحسن علی ندوی جنہیں عرف عام میں مولانا علی میاں کہا جاتا ہے ہندوستان کی پوری تاریخ کے واحد عالم دین ہیں جنہوں نے ہندوستان میں بیٹھ کر نہ صرف ہندوستان کی بلکہ عالم اسلام اور عرب دنیا کے مسلمانوں کی اپنی گراں قدر عربی تحریروں کے ذریعہ قیادت کی، وہ عربی زبان کے ادیب اردو زبان کے خطیب تھے، اردو اور عربی میں ان کی تصنیفات دوسو کے قریب ہیں، وہ مفکر اور مدبر تھے۔ بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے ان کی تحریک پیام انسانیت کو ٹھیک طریقہ سے سمجھا ہے۔ اصل کام تو اسلام کی دعوت ہے لیکن قرن اول میں دعوت دین کا پلیٹ فارم موجود تھا جس سے دین کی دعوت دی گئی تھی، یعنی اہل اسلام اور مشرکین کے درمیان رابطہ موجود تھا، تعلقات تھے، رشتے تھے، قرابت داریاں تھیں، زبان کی کوئی خلیج حائل نہیں تھی، جو مسلمانوں کی زبان تھی وہی مشرکین کی زبان تھی، یعنی جسے لسان قوم کہا جاسکتا ہے وہ مشترک تھی، ہندوستان میں بدقسمتی سے مسلمانوں اور برادران وطن کے درمیان خلیج حائل ہے اور منافرت جو پیدا ہوگئی ہے وہ مستزاد۔ ایسی صورت حال میں برادران وطن کے درمیان پیغام حق سنانے اور توحید کی منادی کرنے سے پہلے مناسب پلیٹ فارم کا تیار کرنا ضروری ہے، پیام انسانیت کی تحریک دراصل اس لئے تھی کہ مناسب پلیٹ فارم تیار کرلیا جائے ،نفرت کے زہر کو جو رگ وپے میں سرایت کرچکا ہے نکالا جائے ، غلط فہمیاں دور کی جائیں، اسلام اور مسلمانوں سے یہاں کے باشندوں کو مانوس کیا جائے ، اسلام اور سیرت کے مطالعہ کا شوق ان کے اندر پیدا کیا جائے۔

ہندوستان میں مسلمان قائدین نے اس تلخ حقیقت کو نہیں سمجھا کہ مسلمانوں اور برادران وطن کے درمیان خلیج حائل ہے اور اب جب کہ قیامت برپا ہوچکی ہے اور تلخ حقیقتوں کا آفتاب سوا نیزہ پر آگیا ہے مسلمان قائدین نہیں سمجھ رہے ہیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے اور کہاں سے ہمیں کام کا آغاز کرنا چاہئے۔ مسلمان امید وابستہ کئے ہوئے ہیں دینی تنظیموں سے، دینی مدارس سے، بزرگ قائدین سے۔ کم از کم اب بات صاف ہوجانی چاہئے کہ اس ملک میں جب تک ہندو مسلم منافرت کا زہر دل ودماغ میں پیوست ہے نہ کسی تنظیم کے کچھ کرنے سے حالات بدل سکتے ہیں نہ کسی جماعت کا وجود مسعود داروئے شفا بن سکتا ہے، یہ ساری جماعتیں اور تنظیمیں برسے ہوئے بادل ہیں جن سے اب کسی روئیدگی اور سبزگی کی توقع کرنا بے کار ہے، اب جب کہ دستور تک کو بدلنے کی تیاریاں ہوچکی ہیں اور ہندو راشٹر کی طرف قدم اٹھ چکے ہیں، مسلم پرسنل لا بورڈ جیسی قدیم مؤقر تنظیموں کا پائے چوبیں سخت بے تمکین نظر آتا ہے، اب مسلم پرسنل لا بورڈ کا سفینہ مسلم مخالف موجوں کے تلاطم کی تاب نہیں رکھتا، کیونکہ اس کا سارا انحصار دستور اور سیکولر قوانین پر تھا جن میں تبدیلیوں کا آغاز ہوچکا ہے، اس کا واحد حل یہ تھا کہ انسانیت کی خیرخواہی اور شرافت اور رواداری کی فضا عام کی جاتی اور برادران وطن کے دلوں میں اترنے کی کوشش کی جاتی۔

''جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ''

ہمارے اکابرین اور قائدین نے دلوں کو فتح کرنے کی کوشش ہی نہیں کی، مسلسل کشمکش، مسلسل کشاکش میں لگے رہے اور دعوت مبارزت دیتے رہے۔ جہاد وشہادت کا اسلام میں اہم مقام ہے، لیکن اس منزل سے پہلے دعوت اور اشاعت اسلام کے کام کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

منزل آتی ہے اور دعوت سے بھی پہلے روابط اور انسانی اور شریفانہ تعلقات قائم کرنے کی منزل ہے۔ مولانا علی میاں کی زبان سے اکثر یہ جملہ سنا گیا تھا کہ ''قوم پر اتمام حجت کے بغیر نصرت الٰہی کی امید نہیں رکھنی چاہئے'' اتمام حجت کے لئے تعلقات اور روابط کا پہلے مستحکم کرنا ضروری ہے۔

مسلمانوں میں پہلا کام اور سب سے مقدم کام اور سب سے بنیادی کام وہی ہے جو مولانا علی میاں نے پیام انسانیت کے نام سے شروع کیا تھا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس سے ملتا جلتا کام، باہمی منافرت کو ختم کرنے کا کام، وہ چاہے باہمی خیر سگالی کے نام سے ہو یا پیام انسانیت یا فلاح انسانیت کے نام سے ہو، یا خدمت خلق کے نام سے ہو، یا رفاہ عام کے نام سے ہو، یا ہیومن ویلفیئر کے نام سے ہو، نام کچھ بھی ہو مقصد وہی ہونا چاہئے جو ''حلف الفضول'' کا مقصد تھا یعنی سماج سے ظلم وزیادتی کا خاتمہ کرنا، باہمی تعاون وتعلقات کی راہ ہموار کرنا اور اتحاد واعتماد کی فضا پیدا کرنا، اور اس کام کے لئے اور رابطہ عامہ Mass contact کے مقصد کے لئے اب لسان قوم کے ایسے ماہرین علماء اور قائدین درکار ہیں، جو قوم کو لسان قوم کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں سے مانوس کرسکیں، افسوس کہ ہم نے ایسے دینی مدارس نہیں قائم کئے جن سے لسان قوم میں قوم کو خطاب کرنے والے علماء پیدا ہوتے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں مولانا علی میاں کے کام کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

اب ہم مولانا علی میاں کے بارے میں عظیم شخصیتوں کے تاثرات پیش کرتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہوسکے کہ جس شخص نے پیام انسانیت کی تحریک برپا کی تھی وہ کتنا عظیم انسان تھا، ہندوستان کی پوری تاریخ اس شخصیت کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، یہی وہ شخصیت تھی جس نے اپنی فراست ایمانی اور عقل خداداد سے اور خودداری کے ساتھ مفاہمت کے مزاج کے ذریعہ بابری مسجد کے مسئلہ کو شنکر آچاریہ، اور گورنر آندھرا پردیش کرشن کانت اور یونس سلیم صاحب اور مولانا عبد الکریم پاریکھ کے ساتھ مل کر آخری حل کے قریب پہنچادیا تھا، لیکن ہمارے مفتیان کرام اور قائدین عظام کا اللہ بھلا کرے انھوں نے اسے ناکام کردیا، بابری مسجد بھی ہاتھ سے گئی اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بھی ناحق بہا۔ جسے اس کی تفصیل معلوم کرنی ہو وہ مولانا علی میاں کی کاروان زندگی یا مولانا عبد الکریم پاریکھ کے شائع کردہ خطوط پڑھ لے۔ بابری مسجد یوں ہی ہاتھ سے نہیں گئی ہے بلکہ اس امت کو اپنے جمود وانکار اور تصلب کی اور مولانا علی میاں کے بصیرت مندانہ موقف کی مخالفت کی سزا ملی ہے، آج بہت سے لوگوں کی زبان پر ہے کہ حضرت مولانا علی میاں کا جو موقف تھا وہی صحیح تھا۔ مولانا کی روح کہہ رہی ہوگی:

وہ آئے ہیں پشیماں قبر پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

اس وقت ہندو مسلم تعلقات کو آخری حد تک کشیدہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ بہت خطرناک صورت حال ہے، اس مسئلہ کا حل بعض لوگوں کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ نفرت کا جواب نفرت سے اور تشدد کا جواب تشدد سے دیا جائے، یہ خودکشی کے مرادف ہے۔ جن کے پاس عددی قوت ہے اور اسلحہ کی قوت ہے اس مقابلہ میں فتح تو ان ہی کی ہوگی۔ مسلمانوں میں اکثریت ایسے بے شعور لوگوں کی ہے جو حالات کتنے ہی پرخطر ہوجائیں وہ شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپا کر بیٹھے رہتے ہیں اور کھانے کمانے کے سوا ان کو کسی چیز سے غرض نہیں ہوتی ہے، صرف ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کبھی کبھی حالات پر تبصرہ کرتے ہیں کسی طرح کا کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتے ہیں، مسلمانوں کا یہ گروہ بھی بے مصرف ہے، مسلمانوں کا ایک طبقہ یہ چاہتا ہے کہ دلتوں کے ساتھ مل کر برہمن واد سے لڑائی کی جائے، بہت سے لوگوں کے لئے یہ نظریہ بہترین نظریہ ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ نظریہ بھی غیر حقیقت پسندانہ ہے، یہ درست ہے کہ ہندوؤں میں برہمنوں

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اور دلتوں میں کشمکش ہوتی ہے اور برہمن اقتدار اور دولت پر قابض ہونے کے باوجود اقلیت میں ہیں، لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ جب بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں تو مسلمانوں کو لوٹنے اور نقصان پہنچانے میں دلت اور پسماندہ طبقہ کے لوگ ہی آگے آگے رہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ برہمن اور دلت کشمکش ان کا آپس کا معاملہ ہے مذہب اسلام کی مخالفت کے معاملہ میں دونوں متحد ہیں، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ دلتوں کو اسلامی نظریہ مساوات سے واقف نہیں کرانا چاہئے، لیکن یہ توقع رکھنا کہ دلت اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کریں گے اور مسلمانوں کے لئے برہمنوں سے لڑیں گے، صحیح نہیں اور تجربہ اس کے برعکس ہے، اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے کوشش کرنی چاہئے، اور تمام اللہ کے بندوں سے شریفانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ان کو اسلام اور مسلمانوں سے مانوس کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، مولانا علی میاں کی تحریک پیام انسانیت کا یہی نقطہ نظر تھا ان کے پاس ایسا دردمند دل تھا جو ہر طبقہ کی خیر خواہی چاہتا تھا، اسی لئے اللہ نے ان کو غیر معمولی مقبولیت اور محبوبیت کا مقام عطا کیا تھا۔

مولانا علی میاں شدید علیل تھے، ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس واقع ممبئی میں جب آپ نے اپنی علالت کے سبب استعفا پیش کیا تو پورے اجلاس پر سناٹا چھا گیا اور کوئی بھی استعفا کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا، سب سے پہلے ملی کونسل کے سربراہ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے کہا: ''جب کشتی طوفان اور منجدھار میں ہوتی ہے تو ملاح نہیں بدلا جاتا۔ مولانا کلب صادق نے کہا پرسنل لا بورڈ کی صدارت حضرت مولانا کے لئے کوئی باعث عزت وافتخار نہیں بلکہ بورڈ کے لئے عزت وافتخار کی بات ہے۔ کل ہند جماعت اسلامی کے امیر مولانا سراج الحسن صاحب نے کہا ''آج پورے ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے رہنما موجود ہیں اگر پوری دنیائے اسلام، سعودی عرب، ترکی، پاکستان، انڈونیشیا، سوڈان وغیرہ وغیرہ کے زعماء ورہنما یہاں ہوتے، تب بھی صدارت کے لئے سب کی زبان پر ایک ہی نام ہوتا اور وہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نام ہوتا''۔ ہندوستان کی حالیہ تاریخ میں جتنے روحانیت کے تاجدار گذرے ہیں، مولانا الیاسؒ، مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مولانا عبدالقادر رائے پوری، آپ سب کے منظور نظر تھے، سب کے محبوب تھے، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا مقولہ مشہور ہے کہ ''اگر خدا نے پوچھا کہ دنیا سے کیا لے کر آئے ہو تو میں علی میاں کو پیش کردوں گا''

بھارت کی حکومت نے دوبار آپ کو بھارت کا سب سے بڑا قومی ایوارڈ پدم بھوشن اور پھر بھارت رتن دینا چاہا مگر آپ نے قبول کرنے سے سختی سے انکار کردیا۔

مولانا کی مقبولت اور محبوبیت کی نظیر مشکل سے ملے گی، یہ محبوبیت ان لوگوں کو نہیں ملتی ہے جو مصنوعی طریقہ سے عزت اور امارت کے حصول کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور قامت کی درازی کے لئے اپنے نام کے ساتھ طرہ پر پیچ وخم والے القاب استعمال کرتے ہیں، جیسے شمس الاسلام، ولی برحق، امام المفکرین وغیرہ، اس طرح کے القاب کی نفسیاتی تحلیل کی جائے تو اس شدید احساس کمتری کا پتہ چلے گا جو شخصیت کے تحت الشعور میں پوشیدہ ہوتی ہے، مولانا علی میاں کے سانحہ ارتحال پر علماء اور اہل قلم نے بے پناہ غم اور صدمہ جانکاہ کا اظہار کیا تھا، ترجمان القرآن (پاکستان) کے ایڈیٹر پروفیسر خورشید احمد نے لکھا:

> ''مولانا علی میاں ایک نامور عالم دین، ایک بلند پایہ مصنف ودانشور اور ایک صاحب طرز ادیب، ایک سحر انگیز خطیب، ایک منفرد مؤرخ اور سیرت نگار تھے، لیکن سب سے بڑھ کر وہ ایک داعی، ایک مصلح اور ایک صاحب دل مزکی اور مربی تھے۔ ان تمام اوصاف کے اجتماع نے ان کو بیسویں صدی کے اسلامی احیاء کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

معماروں میں ایک درخشاں مقام پر متمکن کیا، ان کے یہاں علامہ اقبال کا سوز وگداز ، مولانا مودودی کی عقلیت، اورتصوردین کی جامعیت، علامہ شبلی اورمولانا سید سلیمان ندوی کا ذوق تاریخ اور مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا الیاس، مولانا عبدالقادررائے پوری اور مولانا محمدزکریا کی روحانیت کا امتزاج نظرآتا ہے۔علی میاں کے یہاں یہ سب ایک دوسرے کی نقیض نہیں ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہیں۔اوریہی وہ نکتہ ہے جسے ناقدین علم وفن نے نظر انداز کردیا ہے، مولانا علی میاں کا اصل میدان تاریخ اور دعوت ہے سیرت اور انسان سازی ہے، روح کی بیداری اور امت کی ترقی کے لئے اسلاف کےنمونہ کا احیاء ہے۔ان کے یہاں خانقاہ اور جہاد اور تزکیہ اور انقلاب دونوں دھارے ساتھ ساتھ نظرآتے ہیں''

آگے پروفیسرخورشید احمد نے مولانا مودودی اور مولانا علی میاں کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''میں نے مولانا مودودی اور مولانا علی میاں دونوں کےافکاروکارناموں سےخوشہ چینی کی ہے،لیکن دونوں کےمزاج اوراسلوب میں جوفرق تھااسے میں کبھی کبھی اس طرح بیان کرتا ہوں کہ مولانا مودودی انسان کے دماغ کے ذریعہ اس کے دل میں اترتے ہیں اور قلب ونظر پر چھاجاتے ہیں جب کہ مولانا علی میاں دل کے راستہ فکرونظر کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اورروح کو تازگی فراہم کرتے ہیں''

مولانا نورعالم خلیل امینی جوعربی میں کئی کتابوں کےمصنف اورمترجم ہیں اوردارالعلوم دیوبند کےعربی ماہنامہ''الداعی'' کے مدیر ہیں، لکھتے ہیں:

''میں نے صرف اردو میں نہیں عربی میں بھی تحریروں کے باشاہوں کو پڑھا ہے،تقریر کے جادوگروں کوسنا ہے،الفاظ کےشہنشاہوں کوبرتا ہے،فصاحت اور بلاغت کا دریا بہانے والوں کا تجربہ کیا ہے، مطالعہ اور معلومات کی گمنام اورتاریک سرنگوں میں بےخطر بہت دورتک جانے والے بہت سےلوگوں کاعلم ہے،لیکن خدا اوررسول کوگواہ بنا کرکہنے دیجئے کہ تحریروتقریر کےلفظ لفظ نہیں حرف حرف پراور ہرزیروبم پر خلوص کا جوحسن، ایمان ویقین کی جومہرتابی، درددل کی جولذت، انسانوں سےمحبت کا جوجمال،کلمۃ اللہ کا جوجلال،صدائےحق کی جودل نوازی اورسوز دروں کی جوتمازت اورفقرغیوراور زہدپرُنورکی جوجاذبیت اورحرارت میں نے مولانا علی میاں کے یہاں محسوس کی،وہ میرے محدودعلم ومطالعہ میں کسی کے یہاں نہیں ملی''

مولانا محمدسالم قاسمی موجودہ علماء دیوبند میں گل سرسبد کی حیثیت رکھتے تھے،مسلم مجلس مشاورت کےصدر تھےوہ مولانا علی میاں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا مرحوم جہاں علم وسیع کے مالک تھے،وہیں اخلاق رفیع سےبھی اللہ تعالی نےآپ کوحصہ وافرعطا فرمایاتھا،اس لئے ہر وارد وصادر اپنے ساتھ حضرت مولاناکےاخلاقی تعامل کودیکھ کر یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا تھا کہ حضرت موصوف کو مجھ سے وہ خصوصی تعلق و ارتباط ہے جوکسی دوسرے کونصیب نہیں،اسی بلندی اخلاق نےحضرت موصوف کےعلم کوعظیم مقبولیت وتاثیر بخش دی تھی۔''

حضرت مولانا علی میاں بہت بڑے عالم دین تھےعلماء دین نے ان کو جوخراج عقیدت پیش کیا تھا اس کے چندنمونے آپ نے دیکھ لئے، اب ایک خراج عقیدت دیکھئے جوقاضی عبدالستار نے پیش کیا تھا، جوخالص ادب کی دنیا کےشہاب ثاقب کی حیثیت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رکھتے تھے، بہت بڑے ادیب اور ناول نگار تھے۔انہوں نے اس طرح خراج عقیدت پیش کیا تھا ''ہمارے طاق بے نیازی پر سجے ہوئے کچھ نگار جیسے سید سلیمان ندوی، سید ابوالاعلی مودودی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ایسے مشاہیر روزگار ہیں اوران کے نقش پائے رنگ رنگ ایسے جلی اور ایسے روشن ہیں کہ معمولی تفہیم و تحسین کے لئے بھی جلدیں درکار ہیں'' ایک عالم دین کے قلم کی داد میخانہ ادب کے رند کی زبان سے بہت سے اہل قلم اور اہل ادب کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہیں

حوروں کی ثنا رند جو کردیں تو سند ہے
یہ بات بری لگتی ہے واعظ کی زباں سے

اس وقت ہمارا ملک شدید بحرانی دور سے گذر رہا ہے،اس وقت ایسی متوازن قیادت کی ضرورت ہے جس کا ذہن انتقام سے اور دل عصبیت سے خالی ہو اور جو بنی نوع انسان کے لئے فکرمند ہو، جس کے مزاج میں فقیہانہ یبوست نہ ہو بلکہ متصوفانہ وسعت ہو، ایسی قیادت جو انسانیت کی بقا اور تحفظ کے لئے جان کی بازی لگاسکتی ہو، اس کے سینہ میں وہ حسین جذبہ ہو جو اہل دل کے سینوں میں ہوتا ہے، وہ جذبہ جس کے ذریعہ چشتی نے اس زمیں میں پیغام حق سنایا تھا اور اس پیغام کو دلوں میں اتارا تھا۔قومی کشمکش کی جو غلطیاں ہم نے اپنی تاریخ میں کرڈالی ہیں انہیں اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔اب نئے انداز کار کی ضرورت ہے

''ہے جنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر''

ہمیں برادران وطن کے دلوں کو جیتنے کے لئے ایک نئی تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے۔مولانا علی میاں کی تحریک پیام انسانیت ایسی ہی ایک تحریک تھی، نئے حالات میں ہمیں پیام انسانیت کے مماثل ایک منظّم نئی تحریک کی ضرورت ہے، اور ایسی تحریک برپا کرنے کے لئے ایسے دل کی ضرورت ہے، جیسا دل مولانا علی میاں کے سینہ میں تھا۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ دنیا کی رعنائیاں ان کے باعث
حسیں جلوہ فرمائیاں ان کے باعث

بہاروں کا موسم ستاروں کی محفل
یہ سب بزم آرائیاں ان کے باعث

نسیمِ سحر، تتلیاں، پھول، خوشبو
صبا اور پُروائیاں ان کے باعث

وہ سبزہ، وہ گلشن، وہ صحرا، وہ جنگل
درختوں کی انگڑائیاں ان کے باعث

وہ جھرنوں کے ساز اور پرندوں کے نغمے
ہیں فطرت کی شہنائیاں ان کے باعث

ہوا، آگ، مٹی، یہ پانی ، یہ ایٹم
عناصر، توانائیاں ان کے باعث

محبت، صداقت، ہدایت، شریعت
غَرَض ساری اچھّائیاں ان کے باعث

خدا سے حفیظؔ اور خلقِ خدا سے
تعلق، شناسائیاں ان کے باعث

حفیظ محمود بلند شہری

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امید کی کرن اور ہماری ذمہ داریاں

ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اس وقت ہمارا ملک جن ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہا ہے اور حکومت کے خلاف جس طرح سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، آزادی کے بعد سے ملک کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا، کیا جوان کیا بوڑھے، کیا مرد کیا عورت، کیا بچے کیا بچیاں، سب بیک آواز سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ کہیں احتجاجی ریلیاں ہیں، تو کہیں ہنگامہ خیز جلسے، کہیں خاموش جلوس تو کہیں پرشور ہجوم، کہیں ہزاروں میں اکٹھا تو کہیں لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوکر لوگ ایوان میں لرزہ ڈال رہے ہیں، کہیں آزادی کے فلک شگاف نعرے ہیں، کہیں NRC ,CAA اور NPR کے خلاف زبردست آواز سنائی دے رہی ہے تو کہیں بہرصورت ان کی مخالفت کے لیے حلف اٹھائے جارہے ہیں۔ اس میں نہ مذہب اور دھرم کی کوئی قید، نہ قائد کی کوئی ضرورت۔ ایک بھیڑ ہے جو بلاتفریقِ مذہب وملت اور بلاہدایاتِ قائد ورہبر گھروں سے نکل نکل کر امڈی آرہی ہے۔ نہ پولس اس کی ہم راز، نہ قومی میڈیا اس کی آواز۔ لیکن سب کو اندازہ ہوگیا ہے کہ نہ یہ آواز تھمنے والی ہے نہ بھیڑ چھٹنے والی ہے، آئے دن اس میں تیزی اور اضافہ ہی ہورہا ہے۔ اس لئے کہ یہ احتجاج نہ وقتی جوش کا نتیجہ ہے نہ شہرت یا کسی معمولی مقصد کے لئے ہے، بلکہ یہ ظلم کے خلاف اٹھنے والی ایک فطری آواز ہے، موت و زیست کا مسئلہ ہے، یہ احتجاج برائے انقلاب نہیں بلکہ برائے حیات ہے، اسی لئے باوجود اس کہ سرکاری طور پر بڑے پیمانے پر تشدد کیا گیا، لاٹھی ڈنڈے برسائے گئے، سر پھوٹے، ہڈیاں ٹوٹیں گولیاں برسائی گئیں، قیمتی جانیں تلف ہوئیں، جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، جائیدادوں کو تباہ کیا گیا لیکن استقلال میں جنبش نہیں ہوئی۔

اب تک اس کے جو نتائج نکلے ہیں وہ بہت پرامید بڑے ہمت افزا ہیں:

1- حکومت کے بنیادی ڈھانچے کی جو ذلت ہوئی ہے اس کا وہ تصور نہیں کرسکتے تھے، صدر جمہوریہ کے ہاتھوں پی ایچ ڈی کی ڈگری لینے سے ایک لڑکی نے انکار کیا اس لئے کہ انہوں نے ظالمانہ بل پر دستخط کیے ہیں، بھارتی صدر کی ایسی جگ ہنسائی تاریخ میں نہیں ہوئی۔ کلکتہ کی وسیع سڑکیں وزیراعظم کے لیے تنگ گلیوں سے زیادہ تنگ ثابت ہوئیں اور انہیں خشکی کا راستہ چھوڑ کر تری کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ امت شاہ جیسے مغرور اور طاقتور سمجھے جانے والے وزیر داخلہ کو خود بی جے پی کی حکومت والی ریاست کرناٹک کے مشہور شہر مینگلور میں داخل ہونے سے روک دیا گیا اور انہیں واپس لوٹنا پڑا۔

2- سمجھا جو جارہا تھا کہ صرف چند مسلمان احتجاج کریں گے چیخیں گے چلائیں گے اور معاملہ ٹائیں ٹائیں فش ہوجائے گا، جیسے طلاق ثلاثہ کے معاملے میں ہوا، یا یہ بھی نہیں ہوگا اور CAB کے CAA میں بدلنے کے بعد حکومت غالبا یہی سمجھتی تھی لیکن اس کے اندازے غلط نکلے، اس کی تدبیریں اسی پر الٹ گئیں، عوام نے بیداری اور سمجھ داری کا بھرپور ثبوت دیا، نہ صرف یہ کہ مسلم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عوام بلکہ ان سے بڑھ کر غیر مسلموں کے مختلف فرقوں اور طبقات نے ان کے خواص اور عوام نے بھرپور طاقت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کی ترغیب اور کوششوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

3- احتجاج کرنے والے انتہائی پر عزم ہیں، موسم کی سختیوں اور حکومت کی زیادتیوں کے باوجود ان کے پایہ ثبات میں لغزش نہیں آئی، بلکہ دن بدن جوش جنوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور جذبہء اندرون بڑھتا ہی جا رہا ہے، شاہین باغ کی طرح اب جگہ جگہ خواتین اپنے بچوں کے ساتھ سڑکوں پر رات گزار رہی ہیں، ایک لیڈی نے یہاں تک اپنے عزم کا اظہار کیا، ہم اس پر بس نہیں کریں گے کہ حکومت یہ بل اور قانون واپس لے بلکہ ہم مودی حکومت کو گرا کر دم لیں گے۔ ایک ہندو لیڈر نے کہا: ہم اس بل اور قانون کو واپس لینے پر اپنا آندولن ختم نہیں کریں گے بلکہ حکومت کی ہر سازش کو بے نقاب کریں گے اور ای وی ایم کے خلاف بھی تحریک چلائیں گے۔

4- اس تحریک اور احتجاج کا بنیادی مرکز یونی ورسٹیاں اور بالخصوص جامعہ ملیہ اسلامیہ کا اسٹیج ہے، اس کا سارا کریڈٹ جامعہ ملیہ کے ہمارے بہادر طلبہ وطالبات کو جاتا ہے۔ ان کا خون گرم اور ان کا دماغ تیز اور تروتازہ ہے۔ حکومت کی سازشوں اور قانون کی باریکیوں اور اس کے دوررس اثرات ونتائج کو محسوس کر کے وہ میدان میں کود پڑے ہیں اور اب اس میں ڈٹے ہوئے ہیں اور آر ایس ایس کی منظور نظر جامعہ ملیہ کی وائس چانسلر کو ان کے مطالبات کے آگے جھکنا پڑا۔ پورا تعلیمی سال برباد ہو جانے کا خطرہ دکھانے والی دھمکی آمیز کوشش کا انہوں نے دوٹوک جواب دیتے ہوئے صاف کہا کہ مسئلہ ایک تعلیمی سال کا نہیں بلکہ سوال ہماری نسلوں کا ہے۔

5- ایک بڑی خوش آیند بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں نے اس کا نوٹس لیا ہے اور عالمی میڈیا نے ان خبروں کو کوریج کیا ہے اور ان کو اہمیت دی ہے۔

6- حکمراں جماعت اور ان کے حواری بوکھلاہٹ کا شکار ہیں، وہ حواس باختہ ہیں ان کے ہوش ٹھکانے پر نہیں ہیں، ہڑبڑاہٹ میں کبھی کوئی سازش رچی جا رہی ہے، کبھی کوئی نئی کوشش کی جا رہی ہے، مگر ہر سازش طشت از بام اور ہر کوشش ناکام ہو رہی ہے، مس کال (Missed Call) کی مہم چلائی گئی مگر بری طرح فیل ہوگئی، آدھا ہدف بھی حاصل نہیں ہوسکا، کرتا ٹوپی پہن کر چلتی ٹرین پر پتھراؤ کر کے مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی، مگر مجرم پہچانے گئے، برقع اڑھا کر اپنی عورتوں کو مسلم محلوں میں سیدھی سادی عورتوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور NRC کی تائید میں دستخط لینے کے لئے سازش رچی گئی، لیکن پردہ فاش ہوگیا، اور کیا کیا کھیل نہیں کھیلا گیا، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ عوام اب بیدار ہو چکے ہیں، اس لئے ہر قدم پر حکومت کو منہ کی کھانی پڑ رہی ہے۔

7- اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ ایوان حکومت تھرا رہا ہے، بہت سے لوگ سادہ لوحی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے، ہم ایسے لوگوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں یہ جو کچھ آپ کو نظر آتا ہے گیڈر بھپکیاں ہیں ورنہ شروع سے تمام حالات پر جن کی نظر ہے وہ قطعی جانتے ہیں کہ حکومت کے لب ولہجے میں فرق آچکا ہے NPR کے مجوزہ شرائط میں بھی کچھ تخفیف کر دی گئی ہے، صرف اتنا ہے جس کی وجہ سے صاف پیچھے ہٹتے اور قانون واپس لیتے اسے ہچکچاہٹ ہو رہی ہے، لیکن اب بہت دن یہ انداز نہیں چل سکتا، اس کو پیچھے ہٹنا ہی پڑے گا اور عوام کے مطالبے کے آگے پر غرور سر کو جھکانا ہی پڑے گا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مطمئن بیٹھے رہیں، ہمیں سوچنا چاہیے کہ ان حالات میں ہم کیا کردار ادا کر سکتے ہیں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں ہم اپنے فرض سے کس طرح سبکدوش ہو سکتے ہیں؟ مندرجہ ذیل نکات میں ہم اس کی کچھ وضاحت کر سکتے ہیں:

1- ملک بھر میں وسیع پیمانے پر جو احتجاجات ہو رہے ہیں،

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہم اپنے طور پر ان کو طاقت پہنچائیں، اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنے اپنے گاؤں/شہر میں جہاں احتجاج ہو رہے ہیں ان میں شامل ہو جائیں، اور اس احتجاج کو پرامن رکھنے کی پوری کوشش کریں۔

2۔CAA، NPR اور NRC کی حقیقت لوگوں کو اچھی طرح اس حد تک سمجھائیں کہ وہ حکومت کی نیت کو جان سکیں اس کے عزائم اور منصوبوں کو سمجھ سکیں اور حکمران ٹولے کے کسی بھی پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوں اور ان کے کارندوں کی کسی سازش کے ہتھے نہ چڑھیں اور ان کے دام میں گرفتار نہ ہوں، جو لوگ ان قوانین کی تفصیلات سے آگاہ ہیں انہیں کوئی شبہ نہیں کہ یہ شہریوں کے بنیادی حقوق پر حملہ ہے، ملک کے دستور اور آئین پر حملہ ہے اور اس کو سیکولر جمہوری ملک کے بجائے فاشسٹ ملک بنانے کی طرف خطرناک قدم ہے، اور نہ صرف یہ مسلمانوں کے لئے پریشانیوں کا باعث ہے بلکہ برہمنوں کے علاوہ ملک کے ہر باسی کے لئے خطرہ کا الارم ہے۔(اور برہمن اس ملک میں صرف ساڑھے تین فیصد ہیں)

یہ تفصیل بھی سب کے علم میں جائے کہ آسام کی این آر سی میں سولہ سو کروڑ روپے خرچ ہوئے اور پچاس ہزار کارندے اس میں لگائے گئے اور دو سال میں یہ کام مکمل ہوا اور اگر پورے ملک میں این آر سی کرائی گئی تو 2008 کے حساب کے لحاظ سے کم سے کم ستر ہزار کروڑ روپئے خرچ ہوں گے اور اگر 2020 کے لحاظ سے اندازہ لگائیں تو ایک لاکھ بیس ہزار کروڑ سے زیادہ ہی خرچ ہو سکتے ہیں۔

اور آسام کی این آر سی کا نتیجہ یہ نکلا تقریباً تین کروڑ لوگوں کے لئے (اس لئے تمام غیر مسلموں کو شہریت دینے کی بات کہی گئی) جیل یا ڈیٹینشن سنٹر بنانے کے لئے دس لاکھ کروڑ روپئے۔ اور پھر ان کو پالنا حکومت کی مجبوری ہوگی بالفاظ دیگر ان کے لئے کھانا، بجلی، علاج وغیرہ کا مفت انتظام کرنا ہوگا تو اس کے لیے ہر سال تقریباً ساڑھے تین لاکھ کروڑ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا اور ملک کی دولت اس طرح ضائع کی جائے گی۔

3- خدارا۔ خدارا! ان احتجاجات کو مذہبی رنگ دینے سے باز رہیں، کوئی مذہبی نعرہ بلند نہ کریں، قومی اور ملکی شکل دیں اور سیکولرزم کی روح کو برقرار رکھیں، غیر مسلموں کے ساتھ شامل ہوں اور ان کو اپنے ساتھ لیں، مذہبی رواداری اور بھائی چارگی اور باہمی تعلقات کی خوشگواری کا بھرپور ثبوت دیں۔

4- ایک اہم کام کرنے کا یہ ہے کہ بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے ملک نے ترقی کے پروپیگنڈوں کے برخلاف جو ترقی معکوس کی ہے اس کا خوب سے خوب پرچار کریں اور جو چیز تاریخ کا ریکارڈ بن چکی ہے، اس کو زیادہ سے زیادہ عام کریں مثلاً:

کالے دھن کو واپس لانے کے نام پر جو نوٹ بندی کا ڈھونگ رچایا گیا اس کا کیا حاصل نکلا، ایک فیصد ملک میں واپس نہیں آیا اور لاکھوں کروڑوں لوگ باؤلوں کی طرح لائنوں میں کھڑے تھکن سے چور ہوئے، بیمار ہوئے اور کم سے کم ایک سو ستر لوگ زندگی سے محروم ہو گئے، ان معصوم جانوں کا حساب حکومت سے مانگا جائے۔

سیکڑوں کسان قرض کے بوجھ تلے دب کر حکومت کا تعاون نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جان دینے پر مجبور ہوئے، صرف ایک ہی جگہ 300 کسانوں نے خودکشی کی۔

گذشتہ سال کے عالمی اعداد وشمار کے مطابق صحیح علاج نہ ملنے کی وجہ سے صرف ہندوستان میں آٹھ لاکھ 80 ہزار بچے زندگی کی جنگ ہار کر موت کا شکار ہوئے پوری دنیا کے لحاظ سے ہمارے ملک کی یہ سب سے خراب صورتحال ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟

پڑھے لکھے اور ڈگری یافتہ لوگوں کو بھی ملازمتیں نہیں مل رہی ہیں بے روزگاری 45 برسوں میں سب سے نچلی سطح پر ہے۔

بینک کنگال ہو رہے ہیں، خزانہ خالی ہو رہا ہے، بینکوں پر

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

ناقابل برداشت بوجھ ہے، سب اس کے لئے پریشان ہیں، خطرہ ہے کہ بینک بند نہ ہوجائیں اور پھر عوام کی جمع شدہ پونجی کبھی واپس نہ ملے۔

مہنگائی آسمان چھو رہی ہے، غربت و افلاس میں ہمارا ملک بہت سے غریب ملکوں سے بھی نیچے آ گیا ہے لیکن اس کے باوجود امبانی کی دولت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے جس کی تفصیل انٹرنیٹ سے معلوم ہوسکتی ہے، اس کی تحقیقات کا مطالبہ کیا جائے۔

حکومت کا کام امن وامان کو قائم کرنا ہے، لیکن بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے یہ ملک نفرتوں کی آماج گاہ بن چکا ہے ہر طرف خوف وہراس کا عالم ہے۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جن میں حکومت کی ناکامی روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل مضمون بھی ناکافی ہے بلکہ اس کو اب کوئی اسکالر پی ایچ ڈی کا موضوع بنا سکتا ہے۔

5- لیکن اس سب کے باوجود ہمیں اپنے طور پر تیار اور سیف (Safe) رہنا چاہیے اس لیے پہلی فرصت میں ہم اپنے تمام کاغذات درست کریں، یہ الگ بات ہوئی کہ اگر ذمہ داراس پر متفق ہونے ہوتے ہیں کہ ہم کوئی کاغذ جمع نہیں کریں گے تو ایسا کیجیے لیکن یہ حد درجہ بیوقوفی، جہالت اور نادانی کی بات ہے کہ اس کو پیش نظر رکھ کر ہم اپنے کاغذات بھی درست نہ کریں۔

6- غیر مسلموں کے ہر طبقے میں حکمت کے ساتھ دعوتی کام کی رفتار بڑھائیں، حکمراں طبقہ اور شدت پسندوں تک اسلام کی پر امن تعلیمات پہنچائیں، سیرت نبوی کے انسانی پہلوؤں اور رحمت کے گوشوں کو خاص طور پر اجاگر کریں، ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو پیشین گوئیاں موجود ہیں، ان کو عام کریں کہ ہر ہندوستانی تک یہ بات پہنچ جائے۔

7- اور سب سے پہلے اور سب کے بعد ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم مسلمان، اللہ کے تابع فرمان ہیں ہمیں اپنے ایمان اور عمل کی فکر کرنی چاہئے، اپنے معاملات درست کرنے چاہئے، حقوق العباد کی ادائیگی پر توجہ کرنی چاہئے، سود، رشوت، بہتان اور اس جیسے معاشرتی گناہوں سے کلی طور پر باز آجانا چاہئے، اکلِ حلال کی فکر کرنی چاہئے، خلاصہ یہ کہ ایک پر امن شہری اور سچے مسلمان کا نمونہ پیش کرنا چاہئے، اور پھر اللہ کی صفت عزیز وقہار کے واسطے سے اور اس کی صفت فتاح کا حوالہ دے کر خصوصی دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اگر ہم نے اپنے اعمال درست کیے، اللہ سے تعلق مضبوط کیا اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا تو میدان ہمارے ہاتھ میں ہے اور کامیابی ہمارا مقدر ہے۔

ورنہ۔۔۔۔۔۔۔اللہ نہ کرے۔

اتراکھنڈ کی ایک معیاری درس گاہ

حفظ و تجوید کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ، آٹھویں کلاس تک عصری علوم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق درجہ سوم عربی تک تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

زیر سرپرستی داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ العالی

دارالعلوم صدیقیہ

چکروتہ روڈ، جیون گڑھ، پوسٹ امباڑی
ضلع دہرہ دون (اتراکھنڈ)

قاری محمد ساجد [ناظم]
Mob: 9897731071

قاری محمد شرافت، نائب ناظم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نسیم ہدایت کے جھونکے

جناب عبداللہ للوانی سے ایک ملاقات

انٹرویو: مولانا محمد یامین کلیمی

یامین کلیمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبد اللہ للوانی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: عبد اللہ بھائی، حضرت والا کا فون آیا تھا کہ ہمارے داعی بھائی عبد اللہ کا انٹرویو حاصل کرو، جو ہمارے ماہنامہ رسالہ ارمغان میں شائع کیا جائے گا؟

ج: اللہ میرے حضرت کو جزائے خیر دے، اوران کی عمر میں برکت عطا فرمائے، اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ حضرت نے مجھے اس لائق سمجھا، اور اللہ نے مجھ جیسے ناکارہ اور گندے انسان کو دعوت کے مبارک کام میں لگایا۔

س: نہیں عبد اللہ بھائی آپ اپنے کو گندہ کیوں کہہ رہے ہیں، اللہ آپ سے کئی اچھے کام لے رہا ہے؟

ج: اصل میں گندہ کو گندہ کہنے میں کیا حرج ہے، میں خود کو گندہ اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ کی زمین پر رہتا ہوں، اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہوں، لیکن اللہ کے کام کا جو حق مجھ پر ہے اس کو ادا نہیں کر پاتا۔

س: بھائی اپنی کوئی دعوتی کارگذاری بتائیں؟

ج: مولانا! کارگذاری ان کی ہوتی ہے، جنھوں نے کوئی کارنامہ کیا ہو، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

س: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیں، اور اپنے قبول اسلام کی کچھ باتیں بتائیں؟

ج: میرا پہلا نام دنیش کنیا لال للوانی تھا، میری پیدائش گجرات کے شہر احمد آباد میں ہوئی، میں ایک بڑے سندھی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، میں اپنے خاندان میں سب سے چھوٹا تھا، اس وجہ سے سارا گھر مجھ سے بہت محبت کرتا تھا، میں گیارہویں کلاس میں تھا، تو بہت مشہور تھا اور اس وقت ٹی وی پر بھی آتا تھا، اس وجہ سے میں پورے علاقہ میں مشہور ومعروف تھا، اس دوران میرے اسکول میں ایک مسلم لڑکی سے میری بات چیت ہوتی تھی، وہ مجھے اسلام کے بارے میں کافی باتیں بتاتی رہتی تھی، اس دوران ہم دونوں میں محبت ہوگئی اور دونوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا، اس کی وجہ سے مجھے اسلام سے بھی محبت ہونے لگی، تو میں نے اپنے ایک مسلمان دوست کو پوری کارگذاری سنائی، وہ مجھے ایک مولانا صاحب کے پاس کلمہ پڑھوانے لے کر گئے، ان مولانا نے مجھے دوسرے مولانا کا پتہ بتادیا، اسی طرح ہم آٹھ مولانا لوگوں کے پاس جاتے رہے، کوئی ہم کو مسجد سے نکال دیتا تو کوئی دور ہٹ جانے کو کہتا، اور یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ یہ کوئی آر ایس ایس کی سازش نہ ہو، ایک مفتی صاحب نے ہمت دکھاتے ہوئے مجھ سے ایک کاغذ پر میری رضامندی لکھوا کر مجھ سے دستخط کروا کر مجھے کلمہ پڑھوایا، اس وقت میرے دل میں عجیب سوال پیدا ہونے لگا، کہ سارے مسلمان کہتے تو یہ ہیں اسلام مذہب سب سے آسان ہے، تو پھر کلمہ پڑھوانا اتنا مشکل کیوں؟ یہ سوال میرے دل میں گھر کر گیا، اور میں اس کی تحقیق میں خود لگ گیا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے مسلمانوں کے علاقہ میں ایک مکان خرید لیا، اسی دوران میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اور میری عزت جو کہ سندھی گھرانہ کے لوگوں میں تھی، ان کو میرے قبول اسلام کی خبر ملتے ہی بند ہوگئی، اس وقت میرے نیچے حالات کا گہرا سمندر تھا، اور اسے پار کرنے کا میرے پاس کوئی وسیلہ نہیں تھا، یہاں تک کہ کچھ دنوں میں فاقہ کی بھی نوبت آگئی، اس وقت میرے ایک عزیز دوست

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نے مجھ سے تین دن کی جماعت میں چلنے کی تشکیل کی، میں نے اس سے کہا، یہ جماعت کیا ہوتی ہے، اس نے بتایا کہ وہاں اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کی تربیت ہوتی ہے، میں نے گھر میں بہانہ بنا کر تین دن اللہ کے راستہ میں جانے کی نیت کی، اور اللہ نے اس کو آسان کیا، اور پھر وہ تین دن کس طریقہ سے چالیس دن میں بدل گئے، کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔

جب میں اسلام کی تلاش میں میں بہت فکرمند تھا، اس کے لئے میں نے کافی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا، اسی دوران میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھ رہا تھا، ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ اللہ اگر چاہتے ہیں کہ مکمل طریقہ سے، میں ایمان میں آ جاؤں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے کوئی نشانی عطا کر دے، جس سے پتہ چلے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ میں پوری طرح اسلام میں آ جاؤں، چاہے وہ ہواؤں کو چلا دے، یا بجلی گرا دے، یا کچھ بھی ہو جائے، بس اس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کی مرضی یہی ہے کہ میں اسلام قبول کر لوں۔ کافی وقت میں نے انتظار کیا، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا، کچھ وقت کے بعد میں نے پھر سے قرآن کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا، جیسے ہی میں نے یہ پڑھنا شروع کیا، کہ اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں: ہم نے تم کو دنیا میں قدرت کی اتنی نشانیاں پہلے سے ہی عطا کی ہیں، تم اور مانگتے ہو؟ میں اسی سے سمجھ گیا کہ اللہ تعالی مجھ سے یہی چاہتے ہیں، میرے سارے سوالوں کا جواب مجھے قرآن کے ترجمہ کے دوران مل گیا۔

ایسا ہی ہو بہو واقعہ ہمارے ایک نومسلم ساتھی علی کے ساتھ بھی گذرا ہے، جو کہ ایک پٹرول پمپ پر کام کرتے تھے، وہ بچپن سے ناستک تھے، جیسے ہی وہ جوان ہوئے، انھیں سارے مذہبوں کو جاننے کی دل چسپی پیدا ہوئی، اور انھوں نے اپنے دوستوں سے تحقیقات شروع کیں، ہر مہینہ وہ چرچ، گرودوارہ، مندر کا دورہ کرتے، اور وہاں کے پادری اور پنڈت سے سوالات بھی کرتے، کافی تحقیقات کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اکثر مذہبوں میں کتابوں میں جو لکھا ہے وہ الگ ہے، اور ان کو ماننے والے الگ ہیں۔ اس دوران ان کے ایک ساتھی نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ اسلام کے بارے میں بھی تحقیقات کریں، اس وقت انھوں نے اس ساتھی کو جواب دیا، کہ اسلام میں تو صرف آتنک واد ہے، اس کے بارے میں کیسی تحقیقات؟ پھر بھی ساتھی کے اصرار کرنے پر انھوں نے مسجد میں جانے کا فیصلہ کیا، جب وہ وہاں پہنچے تو مسجد میں ایک جماعت موجود تھی، اور لوگ وہاں تعلیم کر رہے تھے، انھوں نے جماعت کے ساتھیوں سے مل کر بات چیت کی اور ان سے کہا کہ وہ اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، تو ان ساتھیوں نے ان کو بڑی عزت اور احترام سے مسجد میں بٹھایا اور اسلام کے بارے میں سمجھایا، اور انھیں قرآن کا ترجمہ بھی دیا، اور جاتے جاتے ان سے کہا کہ اوپر والا آپ کو خوش رکھے، آپ سب بہت اچھے ہیں، ان ساتھیوں نے کہا، ہم اچھے نہیں ہیں، ہم کو اسلام نے اچھا بنایا ہے، اور یہی بات اس کے دل میں گھر کر گئی، آخر انھوں نے قرآن کے ترجمہ کا مطالعہ کیا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے، کہ جو چیز قرآن میں لکھی گئی ہے مسلمان اسی پر عمل کرتے ہیں، یہ چیز سمجھ کے انھوں نے ہم سے ملاقات کی اور اسلام قبول کر لیا۔ ان کا نام علی رکھا گیا، جس پٹرول پمپ پر وہ کام کرتے تھے اس جگہ کے مالک مسلمان ہی تھے، جیسے ہی انھیں اس بات کا پتہ چلا تو انھوں نے اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کر دیا۔

س: ماشاء اللہ، پھر اس کے بعد غیر مسلموں کو دعوت دینے کے کارواں میں آپ کیسے شامل ہوئے؟

ج: جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ مسلمان اکثر کہتے ہیں کہ دین آسان ہے، تو کسی کو اسلام کی دعوت دینے سے، اور اسلام کے بارے میں سمجھانے سے کیوں گھبراتے ہیں؟ اس بات کی جب میں نے تحقیق کی، اور معلومات کیں کہ آخر یہ اسلام قبول کروانے کا کام کون لوگ کہاں کہاں کرتے ہیں؟ اور کیا میری اس بات کو کوئی اور بھی سمجھتا ہے، تو سب سے پہلے داعی اسلام حضرت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا کلیم صدیقی کا نام سامنے آیا، اور جب میں نے اپنے علاقہ میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ احمد آباد کے اندر پنچ کنواں میں ملا قاسم مسجد ہے، وہاں یہ کام ہوتا ہے، تو میں نے اس کام میں جڑنا شروع کیا، اور میں نے دیکھا کہ بھائی یونس صاحب ایک مولانا صاحب کی سرپرستی میں یہ کام انجام دے رہے ہیں، اسی طرح مولانا سلمان اور ان کی اہلیہ بھی اس میں بڑھ چڑھ کر شریک ہیں۔

س: آپ کس ترتیب میں احمد آباد میں کام کر رہے ہیں؟

ج: اس وقت کئی جگہوں پر ہماری بچیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ چلی جاتی ہیں، تو ساری مسلم برادری اس سے قطع تعلق کر لیتی ہے، اور کچھ ہندو تنظیمیں ان کو سپورٹ کرتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ بچیاں مرتد ہو جاتی ہیں، اور کچھ مسلمان ساتھی ان بچیوں کو سمجھا کر واپس لاتے ہیں، اور ان کی کسی مسلم لڑکے سے شادی کرواتے ہیں، پھر وہ لڑکی اسی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہو جاتی ہے، یوں ایک کے بجائے دو زندگیاں برباد ہو جاتی ہیں، ہم نے ایک سروے کیا، ان میں پچھلے سال میں تقریباً ستر سے اسّی لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ بھاگ گئیں، پھر ہم نے ان پر محنت کی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارے کے سارے لڑکوں نے اسلام قبول کر لیا، ہم نے ان کا نکاح بھی پڑھوایا، اور بعد میں ان لڑکوں کا اللہ کے راستہ میں وقت بھی لگ گیا۔

س: ماشاء اللہ، اب آگے آپ کی کیا ترتیب ہے؟

ج: اب ہم نے یہ سوچا ہے کہ ہر جگہ اس بات کو پہنچانا ضروری ہے، کہ ہمارے اور آپ کے پیارے نبی ﷺ نے جو دعوت چلائی وہ ساری کی ساری غیر مسلموں میں تھی، تو ہم بھی اسی سنت کو ترجیح دیتے ہوئے، اس کام کو ہر ایک مسلمان کے کانوں تک پہنچائیں گے، اگر کوئی لڑکا یا لڑکی کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ہم سے رابطہ کرے، تو ہم اس کا ہر طرح ساتھ دیں گے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس اہم سنت کو پورا کرنے میں ہمارے مددگار بنیں، نہ کہ آڑ بنیں، ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ہر مسلم ساتھی کو جماعت میں لے جانے کے مسائل اور اس کے ختنہ کے مسائل، داڑھی کے مسائل، کرتا پاجامہ کے مسائل، ٹوپی کے مسائل، گھر چھوڑنے کے مسائل اسے پریشان کر دیتے ہیں، اس کی وجہ سے نئے ساتھی بدگمان ہو جاتے ہیں، میری سارے برادران اسلام سے یہ درخواست ہے کہ دعوت کے اس کام میں، ان کے مددگار بنیں۔

س: آپ اپنی کوئی دعوتی کارگذاری سنائیے؟

ج: دعوت کی محنت میں جو لوگوں کے درمیان چل رہی ہے، اس کے متعلق ایک اہم کارگذاری آپ کو بتانا چاہتا ہوں، وہ ایک ہندو شخص کی ہے جس سے ہماری ملاقات ہوئی، لال بھائی ان کا نام تھا، اس نے بھی اپنی عجیب سرگذشت سنائی، وہ جس گاؤں میں رہتا تھا وہاں اس کے دھرم کے دوسرے لوگ بھی رہتے تھے، لال بھائی کے پڑوس میں ایک بیوہ عورت تھی، جس پر ظلم ہو رہا تھا، اس نے یہ بات دیکھی، تو سوچا کہ مذہب تو سراسر پوتر ہوتا ہے، اور ہمارے مذہب میں تو تنگی بہت ہے اس لئے اس بیوہ عورت کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ یہ بات لال بھائی کے دل میں گھر کر گئی، اور اس نے اسلام کی طرف آنا شروع کیا، اسے کسی نے ''آپ کی امانت'' دی جس سے وہ تحقیق کرتے کرتے احمد آباد پہنچا، کیونکہ وہ جہاں رہتا تھا، اس کے آس پاس کوئی مسلمان نہیں تھا، ہمارے پاس آ کر اس نے یہ کارگذاری سنائی، ہم نے تھوڑی دیر اس کو اسلام کی دعوت دی، وہ سنتا رہا اور روتا رہا، پھر دعوت کا یہ اثر ہوا کہ اس نے بھی کلمہ پڑھ کر اپنے دل کی تڑپ دور کی، ہم نے اس کا نام بلال رکھا۔ اللہ کی عجیب شان ہے کہ اس نے ایسے لوگ پیدا کئے، جن کے دل میں اتنی ساری اسلام کی محبت ہے، بلال کو ہم ملتے رہے اور آگے کے مرحلے سمجھاتے رہے۔

میری دعوت کی کارگذاری میں سب سے عجیب کارگذاری ایک (نابینا) اندھے فقیر کی ہے، جو پچھلے تیس سالوں سے مسجدوں کے گیٹ پر بھیک مانگ کر زندگی گذارتا تھا، ایک دن جمعہ کی نماز میں امام صاحب نے بیان کیا کہ اللہ تعالی جنت میں جنتی کو سونے

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اور چاندی کے محل عطا فرمائیں گے، جس کے اندر ہمیشہ جوان رہنے والی حوریں ہوں گی، اس اندھے فقیر نے یہ بات سن کر اپنے ساتھ کھڑے ہوئے مسلم فقیر سے پوچھا کہ کیا اللہ مجھے بھی جنت میں یہ سب چیزیں دیں گے، تو اس نے کہا کہ یہ ساری چیزیں مسلمانوں کے لئے ہیں، تو اس اندھے فقیر نے کہا مجھے بھی مسلمان بننا ہے، ساتھی فقیر نے کہا، چلو امام صاحب کو کہتے ہیں، انھوں نے امام صاحب سے بات کی، تو امام صاحب نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی، پھر انھوں نے ایک رکشہ والے سے بات کی، اس رکشہ والے نے ایک چائے والے سے کہا، چائے والے نے ان کو تبلیغی جماعت کے مرکز پر بھیج دیا، اور مرکز والوں نے مجھے کال کر کے بلایا، میں نے وہاں جا کر ان سے ملاقات کی، کچھ دن اپنے ساتھ رکھا اور جب بھی ان کو اسلام کے بارے میں کوئی چیز سمجھاتا تو وہ ہمیشہ کہتے، میرا اللہ اتنا دیالو ہے کہ وہ میری ساری غلطیاں معاف کردے گا، اور میں ہمیشہ ان کو اطمینان دلاتا، پھر میں نے ان کا داخلہ نابینا مدرسہ میں کرادیا۔

اللہ نے فضل فرمایا کہ مجھ جیسے ناکارہ کو حق بات سوچنے کی توفیق دی اور اسی کی عنایت سے ہی آدمی صحیح راستہ پر چل سکتا ہے، اسلام کی خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی اس ذات کی تلاش میں دردر پھرنا ہے، جو میں نے اس وقت سمجھا، اور دعوت کی محنت کی، اس کے اندر یہ بات مجھے ملی کہ انسانیت کی ہمدردی اصل ہے، اور سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، ان سب کے لئے بھی جنت جانے کا راستہ وہی ہے، جو اس اللہ نے سارے مسلمانوں کے لئے دیا ہے، اس محنت میں لگ کر اللہ نے کئی لوگوں سے ملایا، جو حق کی تلاش میں تھے، یا حق کو سمجھنے کی کوشش کررہے تھے۔

س: اب اس کام کو آگے بڑھانے کی کیا ترکیب ہے؟

ج: میں پہلے تو پوری دنیا میں اس کام کو کرنے والوں سے گذارش کروں گا کہ اسلام کو جتنا ہو سکے دعوت وتبلیغ کی نہج پر لے جائیں، کیونکہ ہم میں جو ساتھی ملیں گے، وہیں سے ملیں گے، اور ہمارے حضرت والا کی منشا بھی یہی ہے، اس کام کو الگ طریقہ سے پیش نہ کریں کیونکہ اس کام کے بارے میں حضرت مولانا الیاس صاحب کے ملفوظات میں بھی یہی ملتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ہم اس کام کو کرتے کرتے اس سطح تک پہنچ جائیں، جس طرح پر اللہ کے نبی ﷺ ہمیں چھوڑ کر گئے تھے، یعنی ہم برادران وطن میں اسلام کی دعوت پہنچائیں، جس طریقہ سے اللہ کے نبی ﷺ نے کافروں میں مکہ میں دعوت پہنچائی تھی، پھر وہ وقت دور نہیں کہ جس طرح سے فتح مکہ ہوئی، اسی طرح یہاں بھی فتوحات حاصل ہوں گی۔

س: ایک آخری سوال، اس دعوتی نظریہ کو سارے مسلمانوں تک کیسے پہنچائیں، اور اس کام کو کرنا کیسے سیکھیں؟

ج: مولانا میں ایک چھوٹا سا انسان ہوں، اور چھوٹا ہی سوچ سکتا ہوں، میرے ذہن میں یہ بات ہے اور میں اس کی گذارش بھی کرتا ہوں، کہ ایسے اسلامک اسکول شروع کئے جائیں جس میں دعوتی نقطہ نظر سے تعلیم دی جائے، جس میں روزانہ صبح تین گھنٹے مدرسہ، اور تین گھنٹے سی بی ایس سی بورڈ کی پڑھائی کرائی جائے، جس سے ہماری نئی نسلیں داعی بن کر نکلیں اور دنیاوی اعتبار سے بھی سمجھدار بن کر نکلیں گی۔

س: آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ کا انٹرویو لے کر اچھا لگا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ج: جزاک اللہ مولانا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور میرے حضرت نے مجھے اس لائق سمجھا کہ اپنے اس قیمتی رسالہ میں مجھے شامل کیا اور اس دعوتی کارواں میں بھی شامل کیا، میں نے اکثر سنا ہے کہ جو کے ساتھ ساتھ کنکر بھی پس جاتے ہیں، لیکن موتیوں کے ساتھ مجھ جیسے کنکر کو پکتے ہوئے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، اللہ میرے حضرت پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

●●●●

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ایمان پر استقامت

اور مسلمانوں کی ذہن سازی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

یکم اکتوبر ۲۰۱۸ء کو ایک ایسا تکلیف دہ واقعہ پیش آیا، جو مسلمانوں کی آنکھوں کو بے خواب اور کروٹوں کو بے سکون کر دے، مغربی یوپی کے معروف شہر باغپت کے قرب وجوار کے دیہات کا ایک خاندان--جس کے سربراہ کا نام اختر علی ہے--مسلم سماج کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مرتد ہو گیا، اور اس نے باضابطہ قانونی کارروائی کو انجام دیتے ہوئے تبدیلیٔ مذہب کا عمل کیا، ابتداءً تو ۲۰؍افراد کے مرتد ہونے کی خبر آئی، پھر اطلاع آئی کہ کچھ لوگ تائب ہو گئے ہیں اور ۱۲؍یا ۱۴؍افراد ارتداد پر قائم ہیں، اس کا محرک یہ نہیں ہے کہ انہیں اسلام میں کوئی کمی نظر آئی؛ بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ۲۲؍جولائی کو اختر علی کے بیٹے گلزار علی کی لاش اس کی دوکان میں ملی، مرتد ہونے والے خاندان کا تأثر یہ ہے کہ یہ قتل اسی سماج میں مقتول سے مخاصمت رکھنے والے بعض مسلمانوں نے کیا ہے؛ لیکن اس کو انصاف دلانے میں مسلم سماج نے کوئی مدد نہیں کی، اس کے ردعمل میں ان لوگوں نے اجتماعی طور پر مرتد ہونے کا فیصلہ کر لیا، ظاہر ہے کہ مرتد ہونے والوں کی اس بات میں کوئی وزن نہیں ہے، غلطی مسلمانوں کی ہو اور اس کا بدلہ اسلام سے لیا جائے، کیا یہ درست ہو سکتا ہے؟ پھر یہ کہ انصاف کی لڑائی عدالت میں لڑی جاتی ہے اور ظالم کے خلاف کارروائی پولیس کے ذریعہ عمل میں آتی ہے، ناراض تو انہیں پولیس سے ہونا چاہئے نہ کہ مسلم سماج سے، جو قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔

اس ناخوشگوار واقعہ کی تہہ میں دو خوشگوار پہلو بھی موجود ہیں، ایک یہ کہ جیسے بہت سے ہندو بھائی مذہب تبدیل کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہندو مذہب میں انہیں کیا خامی نظر آئی؟ مثلاً: عدم مساوات اور نابرابری، اس واقعہ میں مرتد ہونے والوں کو یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ انہوں نے مذہب اسلام میں فلاں فلاں خامی پائی ہے؛ اس لئے وہ مذہب تبدیل کر رہے ہیں؛ لہٰذا یہ مسلمانوں کی شکست؛ لیکن اسلام کی فتح ہے؛ البتہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ ظالم کے مقابلہ مظلوم کی مدد کریں، اس فریضہ سے غفلت کا ردعمل بعض دفعہ کتنا سنگین ہوتا ہے، یہ اس کی ایک مثال ہے! دوسرے: مرتد ہونے والے خاندان کی متعدد خواتین نے اعلان کیا کہ وہ اسلام پر قائم رہیں گی اور ہرگز مذہب تبدیل نہیں کریں گی؛ حالاں کہ ان کے شوہر مرتد ہو چکے تھے، ان کے اس جذبۂ استقامت کو جتنی داد دی جائے، کم ہے، اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے، یہ ان کے منہ پر طمانچہ ہے۔

لیکن مسلمانوں اور خاص کر علماء، مذہبی جماعتوں اور پیشواؤں کا فریضہ ہے کہ وہ اس بارے میں پوری فکرمندی سے کام لیں، مسلم سماج کو ایسے فتنوں سے بچائیں، جہاں جلسوں، اجتماعات اور جمعہ وعیدین کے خطبات میں اعمال صالحہ کی ترغیب دی جاتی ہے، وہیں مسلمانوں کو ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت بھی بتائی جائے، جیسے عملی گناہوں کی شناعت بیان کی جاتی ہے، اسی طرح کفر وشرک کی برائی بھی ان کے سامنے رکھی جائے، قرآن وحدیث سے بھی انہیں سمجھایا جائے اور عقیدۂ توحید کی معقولیت، اس کی کائنات کی فطرت سے مطابقت اور شرک کی نامعقولیت بھی انہیں سمجھائی جائے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ وضوء اور روزہ کے نواقض کے مسائل تو بتاتے ہیں لیکن نواقض ایمان نہیں بتاتے، یعنی جن باتوں کی وجہ سے انسان کا ایمان ختم ہو جاتا ہے، ان کو بھی بتانا چاہئے، موجودہ حالات میں اس کی ضرورت واہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان اور ہدایت کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اہمیت سمجھائی جائے، کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حُسن انتخاب سے ملتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہی گیا تھا انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے، پھر بھی آپ سے فرمایا گیا کہ ضروری نہیں کہ آپ جسے چاہیں، وہ ہدایت پا جائیں، اللہ تعالیٰ اپنی مشیت خصوصی سے جس کو چاہتے ہیں، ہدایت سے نوازتے ہیں: إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء (قصص:۵۶) تمام رشتوں میں سب سے قربت کا رشتہ بیوی اور اولاد کا ہوتا ہے؛ لیکن حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیوی نیز حضرت نوح کی اولاد کے لئے ہدایت مقدر نہیں ہوسکی، (تحریم:۱۰-ھود:۵۶) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مسلمان ہوا، بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وحی کی کتابت کرائی؛ لیکن اللہ کی طرف سے اس کے لئے ہدایت پر قائم رہنا مقدر نہیں تھا؛ اس لئے پھر مرتد ہوگیا، پھر فتح مکہ کے موقع سے اس نے توبہ کی اور حضرت عثمان غنیؓ کی سفارش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توبہ قبول فرمائی، (مسند بزار، :۱۱۵۱) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر دعا سکھائی ہے: اے اللہ! ہدایت پانے کے بعد پھر ہمارے دل کو کجی میں مبتلا نہ فرمادیجئے، ربنا لاتزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا۔ (آل عمران:۸)

ایمان کی اس اہمیت کا تقاضہ ہے کہ ایمان کی حفاظت میں جن آزمائشوں سے گزرنا پڑے، ایک صاحب ایمان ان پر صبر کرے، اور اس کے پایۂ استقامت میں کوئی تزلزل نہ آئے، قرآن مجید میں اہل ایمان اور کفر کی نمائندہ ظالم قوتوں کے درمیان تصادم کے بہت سے واقعات نقل کئے گئے ہیں، ان واقعات مین کہیں ایسا بھی ہوا کہ اہل ایمان کو غلبہ حاصل ہوا، یا ایسا معجزہ ظہور میں آیا کہ کفر کی طاقت پاش پاش ہوگئی؛ لیکن بہت سی دفعہ اہل ایمان کو صبر وآزمائش کے مرحلوں سے گزرنا پڑا، اور بظاہر وہ ظلم کی چکی میں پستے رہے، قرآن میں ان واقعات کے تذکرہ کا بظاہر یہی مقصد ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کامیابی اور نجات کا وعدہ کیا ہے، اور یہ ایک یقینی بات ہے، ان شاء اللہ اہل ایمان ہی آخرت میں سرخرو ہوں گے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں یہ وعدہ نہیں فرمایا کہ بہرصورت مسلمانوں ہی کو مادی کامیابی حاصل ہوگی، ان کے دشمن یقینی طور پر مغلوب ہوجائیں گے، انہیں تکلیف سے آزمایا نہیں جائے گا اور اُن کے لئے پھولوں کی سیج بچھائی جائے گی؛ بلکہ قرآن نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم تمہیں جان، مال اور اولاد کے نقصان سے ضرور ہی آزمائیں گے: ولنبلونكم بشئي من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرات (بقرہ:۱۵۵)

قرآن مجید میں متعدد واقعات ذکر کئے گئے، جن میں اصحاب ایمان کے بعض گروہوں کے ساتھ بڑا ظلم روا رکھا گیا؛ لیکن کبھی انہوں نے دعوت حق سے منہ نہیں پھیرا، قرآن مجید میں ان جادوگروں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کو فرعون نے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں پورے مصر سے جمع کیا تھا، جب ان جادوگروں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں؛ بلکہ واقعی اللہ کے نبی ہیں، تو وہ ایمان لے آئے، فرعون نے کہا: میں تم سب کے الٹے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا، اور سولی پر چڑھادوں گا؛ لیکن ان حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں تو اللہ کی طرف لوٹنا ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ ہمیں صبر کرنے کی قوت عطا فرما اور اسلام کی حالت میں اس دنیائے فانی سے اُٹھا: ربنا أفرغ علينا صبراً وتوفنا مسلمين (اعراف:۱۲۰-۱۲۶)

قرآن مجید میں ایک اور واقعہ ''اصحاب اُخدود'' کا ذکر کیا گیا ہے، کچھ لوگ جو حقیقی عیسائیت پر قائم تھے، مشرک حکمرانوں نے ان کو تبدیلیٔ مذہب کے لئے مجبور کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ ایک بڑی خندق کھود کر آگ سلگائی گئی، تمام اہل ایمان کو اس دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا اور یہ سب کچھ ان کے ساتھ صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے کیا گیا: وما نقموا منهم إلا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

أن يؤمنوا بالله العزيز الحميد (بروج:۸)؛ لیکن اس کے باوجود وہ اس پر ثابت قدم رہے، انہوں نے نذر آتش ہو جانا گوارا کیا؛ لیکن دولت ایمان سے محرومی کو قبول نہیں کیا۔

خود صحابہ کرامؓ نے ایمان کے لئے کتنی قربانیاں دیں؟ سیرت کے صفحات قربانی کے ان نقوش سے روشن ہیں، یہ امیہ ہے، جو حضرت بلالؓ کو دوپہر کی دھوپ میں مکہ کی سنگلاخ وادیوں میں گھسیٹتا اور گھسیٹواتا تھا، پھر ان کے سینہ پر پتھر کی چٹان رکھ دیتا تھا کہ وہ اس گرم ریت پر حرکت بھی نہ کر سکیں، اور کروٹ بھی نہ لے سکیں، پھر کہتا تھا: تم کو مرنے تک اسی طرح رہنا ہے، اس سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار کر و اور لات وعزیٰ کی مورتیوں کی پوجا کرو، قربان جائیے، حضرت بلالؓ پر کہ حالاں کہ ایسے حالات میں ایمان پر قائم رہنے کے ساتھ صرف زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی گنجائش ہے؛ لیکن حضرت بلالؓ کے عشق ایمانی اور جذبۂ قربانی کو یہ بات بھی گوارا نہیں تھی اور ان کی زبان پر ''احد احد'' یعنی ''اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے'' کا کلمہ جاری رہتا تھا (حلیۃ الاولیاء: ۱/۱۴۸)

یہ حضرت خبیب انصاریؓ ہیں، جنہیں اہل مکہ نے گرفتار کر لیا تھا، جب انہیں غزوہ بدر کے بعض مقتولین کے بدلہ میں حرم سے باہر لے کر نکلے؛ تاکہ انہیں قتل کر دیا جائے تو ان کی ثابت قدمی کا حال یہ تھا کہ نہ رونا دھونا، نہ آہ وواویلا، نہ جزع وفزع، نہ جان بخشی کی اپیل اور نہ خوشامد، نہ دل کے اطمینان کے ساتھ کلمۂ کفر کا تلفظ کہ جان بچانے کے لئے خود قرآن مجید نے اس کی اجازت دی (سورۂ نحل: ۱۰۶)؛ بلکہ صرف دو رکعت نماز کی اجازت طلب کی اور دوگانہ ادا فرمائی، پھر فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میں نماز لمبی کروں تو تم اس کو موت سے گھبراہٹ سمجھو گے تو میں نماز کو لمبی کرتا: واللہ لو لا أن تحسبوا أن ما بي جزع لزدت (بخاری، حدیث نمبر: ۳۹۸۹) اس طرح حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ ورسول سے وفاداری کا حق ادا کر دیا؛ چنانچہ یہ مسلمانوں کی سنت بن گئی کہ جب بھی کسی مسلمان کو گرفتار کر کے قتل کیا جاتا تو وہ اس سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرتا، (بخاری، حدیث نمبر: ۳۹۸۹)

اس لئے مسلمانوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مسلمان ہونا کوچۂ عشق میں قدم رکھنا ہے، عجب نہیں کہ اس میں آگ کے شعلوں پر چلنا اور کانٹوں بھرے راستہ کو طے کرنا پڑے؛ لیکن جب انسان جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے ایسی آزمائشوں کو برداشت کرتا ہے تو ایمان کی نعمت تو اس سے کہیں بڑھی ہوئی ہے، اس کے لئے تو یہ قربانیاں ہیچ ہیں؛ اس لئے ہر مسلمان کو اللہ سے دعاء کرنی چاہئے کہ ملت اسلامیہ ایسی آزمائشوں سے محفوظ رہے؛ لیکن اس عزم مصمم اور ارادۂ مستحکم کو اس کے سینہ میں جاں گزیں ہونا چاہئے کہ اگر صبر وآزمائش کے مرحلے آئیں گے، تب بھی ہم اپنی وفاداری پر آنچ نہیں آنے دیں گے کہ پروانگی اس کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی کہ اس میں شمع پر جل مرنے کا جذبہ کامل موجود ہو۔

فتنۂ ارتداد کے مقابلہ کی بہت بڑی ذمہ داری علماء پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علماء أمتي كأنبياء بني اسرائيل (المقاصد الحسنۃ، حدیث نمبر: ۷۰۲) میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، بنی اسرائیل کے انبیاء کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ایک نبی ایک قوم کو اپنی کوششوں کا ہدف اور جدوجہد کا مرکز بناتا تھا، اور اس طرح وہ قوم ہدایت سے سرفراز ہوتی تھی، علماء کا طرز عمل بھی یہی ہونا چاہئے کہ وہ ایک حلقہ کو اپنی کوششوں کا مرکز بنالیں، اور اس حلقہ پر پوری نظر رکھیں کہ کہیں دبے پاؤں ارتداد کا فتنہ آپ کے حلقہ میں داخل تو نہیں ہو رہا ہے ضرورت ہے کہ مدارس، مذہبی تنظیمیں، جماعتیں اور علماء ومشائخ اپنی اصلاحی سرگرمیوں کو مساجد، مدارس اور خانقاہوں سے باہر لے کر جائیں، خود امت کے دروازوں تک پہنچیں، ملت کے دلوں پر دستک لگائیں اور ان کے ایمان واعمال کی حفاظت کو اپنی ضرورت سمجھیں۔ ●

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتابیں اپنے آباء کی — اکابرین اسلام کے تحریری کارناموں پر مشتمل ایک سلسلہ

قاضی ابوالمعالی اطہر مبارکپوری (١٩١٦ء-١٩٩٦ء) اور ان کی مایہ ناز تصنیف

رجال السند والهند الى القرن السابع

مطیع الرحمن عوف ندوی

[سلسلہ کے لئے دیکھئے رسالہ نومبر ٢٠١٩ء]

’’اس دور میں ایسا بھی ہوا کہ آٹا گھول کر اور نمک کے ساتھ پکا کر وقت کاٹ لیا گیا، بسا اوقات سالن کی جگہ پیاز، لیموں، مرچ اور نمک کا کچومر استعمال کیا، دو پیسے ایک آنے کا گوشت بہت آسانی سے کام دیتا تھا، اس زمانے میں آج کی طرح گرانی اور نایابی نہیں تھی، مگر اس دور کے لحاظ سے گرانی تھی، ایک روپیہ کا ڈیڑھ پونے دو سیر گیہوں، چاول ملتا تھا، مگر لوگوں کے پاس پیسہ نہیں تھا، اس لئے بڑی غربت تھی، اعظم گڑھ سے ١٢ر آنے کی ایک انگیٹھی لایا، ایک آنے کا گڑ (بھیلی) صبح کو لاتا اور چائے بن جاتی تھی، اور رات کی بچی کھچی روٹی ناشتے میں کام آتی، بعض اوقات اس کا بھی انتظام نہیں ہوتا تھا، آج کے دور میں اس صورت حال کو غربت اور افلاس سے تعبیر کیا جائے گا، کیونکہ آج گرانی اور نایابی کے باوجود لوگ بہتر سے بہتر کھاتے ہیں، اور بہتر سے بہتر پہنتے ہیں، مگر اس زمانہ میں بڑے سکون کی زندگی تھی، اور جو کچھ ہوتا تھا امور خانہ داری کے تحت ہوتا تھا، اس زمانہ میں مختصر سی تنخواہ پانے والے مدرسین بہت خوش حال اور مطمئن مانے جاتے تھے اور لوگ ان پر رشک کرتے تھے، خود میرے یہاں اس زمانہ میں احباب و اضیاف کی پُر تکلف (اس وقت کے لحاظ سے) دعوت ہوتی تھی، بچوں کی والدہ میرے علم کے بغیر انتظام کے طور پر بچا بچا کر رکھتی تھیں، اور اس مختصر سی آمدنی میں ہر کام چلتا تھا، اس دور میں اپنی غربت کا کبھی احساس تک نہ ہوا، اور نہ صحت و تندرستی پر کوئی اثر پڑا، بلکہ چادر سے اچھا کھایا اور پہنا، روکھے کھانے میں جو لذت اس وقت ملتی تھی، آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، یہی حال صحت و تندرستی کا تھا۔

واقعی معلموں اور مدرسوں کی تنخواہ میں بڑی برکت ہوتی ہے وہ مختصر سی آمدنی میں خوش خوری اور خوش پوشی میں اس مقدر کی آمدنی والے عوام سے ممتاز ہوتے ہیں، صحت و تندرستی بھی اچھی رہتی ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کی حلال روزی کی اجتماعی برکت شامل ہوتی ہے، مگر اب یہ بات باقی نہیں رہی، کیونکہ مدارس کی آمدنی میں حلال و حرام کی تمیز بہت کم رہ گئی ہے، اور آنکھ بند کر کے چندہ وصول کیا جاتا ہے، پہلے زمانہ میں لوگ اپنی حلال کمائی سے مدرسوں کی امداد کرتے تھے، جس کا فیض ظاہر ہوتا تھا، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی علم کے معلم و مبلغ کے حق میں دعا فرمائی ہے: ’’نضّر الله إمرأً سمع مقالتي فوعاها ثم بلغها‘‘ یہ دعا ہر قسم کی بشاشت وشادابی کے لئے ہے، اور اس برکت کا ظہور اہل علم کی قناعت اور میانہ روی سے ہوتا ہے ’’اللهم ارزقني كفافاً وقنعني بما رزقتني اور الاقتصاد تضعف المعيشة‘‘۔

اس وقت یکہ کا کرایہ اسٹیشن تک ٢ر آنہ اور ریل کا کرایہ مئو تک ٤ر آنہ تھا، میں دوستوں کی ملاقات کے لئے اکثر مئو جاتا تھا، یہاں سے پیدل محمد آباد جاتا تھا، اس وقت پیدل چلنا عام رواج تھا، بچوں کے نانہال کی خیریت وغیرہ معلوم کر کے ٢ر آنہ ریل کا کرایہ دے کر مئو چلا جاتا تھا اور واپسی پر محمد آباد اتر کر پیدل چلا آتا

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اس لئے ۱۲/آنے کے بجائے صرف ۴/آنے میں کام چل جاتا تھا اور ۸/آنے کی بچت ہوجاتی تھی، آمدنی کے مطابق خرچ کرنا اقتصاد ہے، جو نصف معیشت ہے، میں نے اس دور میں کسی سے قرض نہیں لیا، اور نہ ہی بعد میں یہ کام کیا، حالانکہ اس دور میں اور اس کے بعد کئی نازک وقت آئے۔

تقریباً پانچ سال تک احیاء العلوم میں تدریسی خدمت انجام دی، شروع ہی سے پڑھنے پڑھانے کا مزاج تھا، اور اسی میں رہنے کا ارادہ تھا، غالباً مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد تنخواہ میں اضافہ ہوا، اور ۱۵/روپیہ سے ۱۸/روپیہ ہوگئی، خیال تھا کہ اگر ۲۵/روپیہ تنخواہ ہوجائے گی تو تدریسی خدمت کرتا رہوں گا، مگر اس کی توقع نہیں تھی، تین روپیہ کے اضافہ ہی پر مدرسہ کے بعض اراکین طنز و مزاح سے غیرت کو ٹھیس پہنچاتے تھے، اسی درمیان مدرسہ اور مدرسین کے معاملات نازک صورت اختیار کرگئے، مدرسہ کی مجلس شوریٰ ہوئی، اور ۲/بجے رات تک گفتگو ہوتی رہی، مدرسین بھی موجود تھے، اراکین کے ہتک آمیز رویہ پر میں نے رات ہی میں استعفاء دے دیا، استعفاء کی عبارت کچھ اس طرح تھی:

''مدرسی اور معلّمی کے شریف دامن کو جب ''جہالت کے شرارے'' جلا دینا چاہتے ہوں تو ایسی حالت میں علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے، فی الحال میری اس تحریر کو استعفاء سمجھا جائے، ویسے مدرسہ اپنا ہے، آئندہ حسب قدرت خدمت سے دریغ نہیں ہوگا''

ارکان کمیٹی نے کہا کہ ان کو بلا کر پوچھا جائے کہ ''جہالت کے شرارے'' کیوں لکھا، مگر بعض سمجھدار ارکان نے کہا کہ جب وہ علیٰحدہ ہورہے ہیں تو آزادی سے مزید تندو تلخ باتیں کرسکتے ہیں، اور میرا استعفاء منظور ہوگیا''۔

یہ قاضی صاحب کی خودنوشت کے چند متفرق اقتباسات تھے، ان احوال کو جاننے کے لئے جو لذت و احساس قاضی صاحب کے نوکِ قلم سے نکلی ہوئی عبارتوں میں ہے وہ اور کہاں، اس لئے ان کو نقل کرنا مناسب سمجھا۔

مدرسہ سے استعفیٰ کے بعد ''مرکز تنظیم اہل سنت'' سے خط و کتابت کی اور تیس روپیہ ماہوار پر امرتسر کے لئے روانہ ہوگئے، ۲۵/ نومبر ۱۹۴۴ء سے ۱۲/جنوری ۱۹۴۵ء تک تقریباً ڈیڑھ ماہ امرتسر میں قیام رہا، امرتسر سے لاہور قریب تھا، وہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔

لاہور میں مولانا محمد عثمان فارقلیط سے تعارف ہوا، مولانا فارقلیط نے اس جوہر کو پرکھ لیا اور قاضی صاحب کو ساٹھ روپیہ ماہوار پر ایک تفسیر کی ترتیب کے لئے رکھ لیا، بقیہ اوقات اخبار ''زمزم'' میں صرف ہوتے تھے، اس طرح قاضی صاحب ۱۳/ جنوری ۱۹۴۵ء میں لاہور پہنچ گئے۔

لاہور میں قاضی صاحب نے منتخب التفاسیر پر کام شروع کیا ابھی دس بارہ دن ہی ہوئے تھے کہ گھر سے قاضی صاحب کے صاحبزادے انور جمال کی بیماری کی اطلاع آئی، بالآخر ۲۸/ فروری ۱۹۴۵ء کو وہ اس جہاں فانی سے رخصت ہوگئے، مولانا پھر کئی ماہ لاہور میں رہنے کے بعد وطن واپس آئے پھر مولانا فارقلیط کے اصرار پر لاہور رہے، اس دوران منتخب التفاسیر کی تیاری میں قاضی صاحب کو مطالعہ کا خوب موقع ملا، نیز اہل علم و اساطین سے ملاقات کے مواقع بھی میسر آئے، اسی دوران مولانا ابوالکلام آزاد لاہور تشریف لے گئے تو ان سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد کئی بار بمبئی میں بھی ملاقاتیں رہیں، مولانا فارقلیط کا تو گویا ساتھ بھی تھا اور ان کے ساتھ ہی شب و روز گذرتے تھے، علامہ احسان دانش سے بڑی قلبی وابستگی تھی، لاہور میں ان سے ملاقات رہی، ان کے علاوہ مختلف معاصر شعراء و ادباء سے ملاقاتیں رہتیں اور لاہور کی ادبی محفلوں میں بھی شرکت کا موقع ملتا، اسی زمانہ میں قاضی صاحب نے ''علماء اسلام کی خونی داستانیں'' نامی کتاب تحریر کی، جس کے ساڑھے چار سو صفحات کی کتابت ہوچکی تھی، بقیہ حصہ قاضی صاحب کے پاس تھا لیکن تقسیم ملک کی آگ نے قاضی صاحب کی تمام محنتوں کو خاکستر کردیا، اور منتخب التفاسیر بھی اسی کی زد میں آ کر ناپید ہوگئی۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تقسیم کے بعد قاضی صاحب مولانا محفوظ الرحمٰن نامی کی دعوت پر ہفتہ وار ''الانصار'' سے منسلک ہوگئے، محرم ۱۳۶۷ھ (نومبر ۱۹۴۷ء) تا رجب ۱۳۶۷ھ (مئی ۱۹۴۸ء) بہرائچ میں قیام رہا اسی دوران تذکرہ مشاہیر اعظم گڑھ ومبارک پور، اور تذکرہ مبارکپور تصنیف کی۔

نومبر ۱۹۴۹ء میں بالآخر قاضی صاحب بمبئی پہنچے، اور پھر ۲۲رفروری ۱۹۵۰ء میں روزنامہ انقلاب سے وابستہ ہوگئے، اور ۱۹۹۰ء تک اسی سے منسلک رہے، فن صحافت سے وابستگی کے بارے میں خود قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

مولانا فارقلیط صاحب نے روزنامہ ''زمزم'' میں مجھے نائب مدیر بناتے وقت کہا تھا کہ آپ عالم ہیں، صحافت کو پیشہ مت بنایئے گا، یہ پیشہ طوائفوں کا ہے جیسے حالات اور جیسی پالیسی ہوتی ہے ویسا ہی لکھنا پڑتا ہے اور ضمیر پر دباؤ پڑتا ہے، البتہ عوام وخواص میں تعارف کے لئے کچھ دنوں یہ کام کیجئے، میں خود اپنی ''مولویت'' سے دست بردار ہونے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہیں تھا، مدرسی اور تصنیف وتالیف میرا خاص ذوق تھا مگر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۰ء کا تقریباً پورا دور صحافت ہی میں گذرا، درمیان میں وقفہ وقفہ سے مدرسی کی، مدرسوں سے تعلق رکھا، اور دوسرے مشاغل بھی رہے، اس کے باوجود الحمدللہ کہ میں نے جو راہ ابتدا میں اپنے علمی سفر کے لئے اختیار کی تھی، حالات کا مقابلہ کرتا ہوا اسی پر چلتا رہا، لاہور کا ماحول شعر وادب اور صحافت کا تھا، صرف مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ شیرانوالہ دروازہ کے ایک گوشہ میں سلف صالحین کے انداز پر علمی و دینی زندگی بسر کررہے تھے اور قرآن حکیم کی تفسیر کی تعلیم دیتے تھے، وعظ وتبلیغ فرماتے تھے اور انجمن خدام الدین کی طرف سے چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کرتے تھے، نیلے گنبد کی مسجد میں مدرسہ اشرفیہ چل رہا تھا کبھی کبھی ان دونوں جگہوں پر حاضری ہوتی تھی۔

بمبئی میں اتنا بھی دینی وعلمی ماحول نہیں تھا، مسجدوں اور محفلوں میں مدرسہ عربیہ کے نام سے قرآن کی تعلیم ہوتی تھی، مسجد کے مؤذن وامام پڑھاتے تھے، جو عام طور سے باہر کے ہوتے تھے اور پیشہ کے طور پر کام کرتے تھے، مردہ نہلاتے تھے، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرتے کراتے تھے، مرغی ذبح کرتے تھے، دعا بھی کرتے تھے، اوران سب کی فیس یا قیمت پاتے تھے، مولانا مفتی عبدالعزیز بہاری ایک چھوٹے سے کمرے میں مدرسہ امدادیہ جاری کئے ہوئے تھے، جس میں عربی کی ابتدائی تعلیم بھی ہوتی تھی، ہر شہر میں کچھ مقامی مولوی اور عالم ہوتے ہیں مگر شہر بمبئی میں کوئی مقامی عالم نہیں تھا اور نہ اب ہی ہے، یہ اس شہر کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے، باہر کے مولوی یہاں کمانے کے لئے آتے ہیں اور سیٹھوں سے رقم وصول کرنے کے لئے ہر جائز ناجائز کام کرتے ہیں، مدرسہ ہاشمیہ اور مدرسہ محمدیہ کسی نہ کسی انداز میں چل رہے تھے جو بعد میں اسکول بن گئے تھے، مقامی لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شہر تجارتی صنعتی اور کاروباری ہے، یہاں مولوی بنانے کے بجائے مولوی منگانے میں زیادہ فائدہ ہے، اسکول کالج میں پڑھ کر لڑکے کاروبار کریں گے مولوی بن کر کیا کریں گے، اس کے عوض صدقات وخیرات دینے کا مزاج عام ہے، اس بارے میں بمبئی ہندوستان کے دیگر شہروں سے آگے ہے، بدعات وخرافات، دینی جہالت، پیر پرستی اور اوہام پرستی یہاں عام تھی، نیاز فاتحہ، میلاد شریف، صندل گاگر، عرس کا زور تھا، اوران ہی خرافات کے حامل مولوی یہاں آکر سیٹھوں سے رقم وصول کرتے تھے، اہل حق خال خال تھے، اورعلمائے حق نے سخت مقابلہ کرکے کچھ فضا صاف کی تھی

میں بمبئی تلاش معاش میں آیا تھا، اس کے ساتھ اپنی علمی حیثیت کو بچانا چاہتا تھا، اس لئے صحافت اور اخبار نویسی کو میں نے علمی اور دینی مشغلہ کے طور پر اختیار کیا اور پیشہ ور صحافی بننا پسند نہیں کیا، جواہر القرآن اور احوال ومعارف کے عنوان سے جمہوریت کے مضامین انقلاب میں لکھنا شروع کیا اور تین تین چار چار کالم روزانہ لکھتا تھا جن میں علمی، دینی، تاریخی، سیاسی مضامین ہوتے تھے، احادیث اور بزرگان دین کے واقعات اصلاحی انداز میں لکھتا

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تھا، بڑی آزادی اور حوصلہ سے لکھتا تھا، عالم اسلام کے حالات اور اس پر تبصرہ لکھتا تھا، فقہی اور دینی مسائل کے جوابات بھی لکھتا تھا، الغرض احوال و معارف کا کالم ہر قسم کی معلومات کا خزانہ ہوتا تھا، غزلیں اور نظمیں بھی ہوتی تھیں، اور عوام وخواص سبھی اس کو پڑھتے تھے، چند ہی دنوں کے بعد بمبئی کے مسلمانوں میں میرا اچھا خاصا تعارف ہوگیا، ابتدا میں مشاعروں میں بھی شریک ہوتا تھا اور سامعین بڑے احترام سے میرے اشعار سنتے تھے، تحت اللفظ سناتا تھا، ہر مشاعرہ میں میری شرکت ضروری ہونے لگی، اور یہ بات میرے لکھنے پڑھنے میں حارج ہونے لگی تو بالکل ترک تعلق کرلیا، میرے مضامین کی وجہ سے انقلاب کو بڑا فروغ ہوا، عام طور سے لوگوں کو خیال تھا کہ ''انقلاب'' کی مقبولیت احوال و معارف کے کالموں کی وجہ سے ہے، قدیم وجدید دونوں طبقے اس کالم کو پڑھتے پڑھاتے تھے، بہت سے لوگ تراشے کاٹ کاٹ کر رکھنے لگے، ۲۳؍فروری ۱۹۵۱ء سے ۱۰؍اپریل ۱۹۹۱ء تک چالیس سال سے زائد مدت تک میں نے انقلاب میں لکھا ہے اس کے مضامین کو الگ الگ عنوان سے مرتب کیا جائے تو بلا مبالغہ صدہا معیاری کتابیں تیار ہوسکتی ہیں، کبھی کبھی سوچتا تھا کہ یہ میری علمی محنت اور کاوش صرف ۲۴؍گھنٹے تک باقی رہتی ہے، اس کے بعد ضائع ہوجاتی ہے مگر پھر خیال آتا کہ اس سے مسلمانوں کی اصلاح اور دینی معلومات مقصود ہیں جو حاصل ہورہی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس کالم نے قارئین انقلاب کو بڑی علمی اور دینی روشنی دی ہے اور اس سے مسلمانوں کو بہت فیض پہنچا ہے، یہی میر امقصد تھا، ورنہ اس عظیم شہر میں اتنی معمولی تنخواہ پر کون یہ کام کرسکتا ہے، چالیس سال کے عرصہ میں ۱۵۰؍روپیہ سے بڑھتے بڑھتے آخر میں چند ماہ پہلے پانچ سو روپیہ تنخواہ ہوگئی تھی، وہ بھی بلا طلب، کیونکہ میں نے کبھی علمی و دینی خدمت کے لئے مول بھاؤ نہیں کیا، حالانکہ لوگ سمجھتے تھے کہ میرا مشاہرہ ہزار روپیہ کے لگ بھگ ہوگا، یوں بھی بمبئی کا مزاج استحصال کا ہے، جو شخص یہاں خلوص کا مظاہرہ کرتا ہے نقصان میں رہتا ہے، اور فن باز کامیاب رہتا ہے، ایک مرتبہ ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی نے مجھ سے کہا کہ قاضی اطہر! تم بیوقوف ہو، یہاں مقالے لکھنے آئے ہو، یہ کام یوپی میں جا کر کرو، یہاں تو حاجی ملنگ کی کرامتیں لکھو اور پیسے کماؤ۔

قیام بمبئی میں قاضی صاحب نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں، درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا بھیونڈی میں ۱۱؍ جمادی الثانیہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء مفتاح العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، اور صفر ۱۳۷۴ھ میں ہندوستانی مسجد میں اس کی شاندار عمارت بنی، قاضی صاحب اس مدرسہ کی دیکھ بھال کے لئے بمبئی سے مستقل سفر کرتے اور قیام بھی کرتے تھے، اس دور میں اسلامی نظام زندگی سے متعلق قاضی صاحب کی معروف کتاب ''مسلمان'' شائع ہوئی، ۱۴؍مئی ۱۹۵۴ء کو ہفتہ روزہ ''البلاغ'' کا اجراء ہوا، اور قاضی صاحب اس کی مجلس ادارت کے سرگرم رکن قرار پائے، اور ۲۶؍سال تک البلاغ کے مدیر تحریر رہے، اور ۱۹۵۵ء میں پہلی بار حج وزیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

اتراکھنڈ کی وادیوں میں علم اور دین کی اشاعت کا عظیم مرکز
جو علاقہ کی دینی بیداری کے لئے مسلسل کوشاں ہے
زیر سرپرستی داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ العالی
مدرسہ تحفیظ القرآن
موضع بلاقی والا، پوسٹ امباڑی ضلع دہرہ دون
معیار تعلیم
حفظ و تجوید، اور عصری تعلیم تا درجہ آٹھ مع دینیات
بیرونی طلباء کی کافی تعداد بھی دارالاقامہ میں مقیم ہے
ناظم: قاری عبد الرحمن
موبائیل : 9756827212

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

تمہید:

بہت عرصے سے میرا دل چاہتا تھا کہ اپنے محترم اساتذہ کرام کے تعلق سے جو یادداشتیں مشاہدات وتجربات طالب علمی کے زمانے کے میرے ذہن میں محفوظ ہیں ان کو مرتب کردوں، کبھی بہت پہلے کچھ چیزیں لکھی بھی تھیں جو''چند باتیں چند یادیں'' کے عنوان سے بعض رسالوں اوراخباروں میں مختصر مختصر مضامین کی شکل میں شائع بھی ہوئیں اور پسند کی گئیں۔

چند سال پہلے میں نے کچھ ایسی یادداشتیں مدینہ طیبہ کے تعلق سے لکھیں، جن میں حضرت مولانا سید بدرعالم صاحبؒ کا ذکر تھا، وہ چھپیں اور پاکستان کے رسالوں نے خاص طور پر ان کو نقل کیا اور میرے پاس خطوط آئے کہ آپ ایسی یادداشتوں کو جمع کردیں یہ بڑا قیمتی ذخیرہ ہے۔

اب جب کہ دن ڈھل چکا ہے، شام ہوچکی ہے اور زندگی کا سورج ڈوبا ہی چاہتا ہے، دل چاہتا ہے کہ اپنے لائق صد احترام اساتذۂ کرام کے تعلق سے جو باتیں ذہن میں ہیں وہ تحریر میں آجائیں، یہ صرف احسان مندی کا تقاضا ہی نہیں ہے بلکہ اساتذہ اور طلبہ کے تعلق سے ہمارے اس تہذیبی، دینی اور علمی ورثے کو بھی تازہ کرنا ہے کہ جو اخلاص اور جذبہ ہمدردی اساتذہ اور طلبہ کے درمیان ہوتا تھا آج وہ ہماری دینی درس گاہوں میں بھی کمزور دکھائی دینے لگا ہے۔

ہماری دینی درس گاہوں کا امتیازی پہلو صرف تعلیم وتعلّم نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ تربیت اخلاق اہم ترین عنصر تھا جو طلبہ کی زندگی کو اخلاقی سانچوں میں ڈھالتا تھا اور وہ درس گاہوں سے نکلتے تھے تو علم کے ساتھ ساتھ اخلاق سے مزین ہوتے تھے۔

بات شروع کرنے سے پہلے اپنی اس کمزوری کا اظہار بھی کردوں کہ کبھی بہت لکھنے والا ہاتھ عمر کے ساتھ ایسا کمزور ہوگیا ہے کہ چند سطروں سے زیادہ مسلسل لکھ نہیں پاتا اور مجبوراً اِملا کرانا پڑتا ہے، قلم اور دماغ کا جو ایک خاص رشتہ ہے آمد مضامین میں اس کا بڑا دخل ہے، شاید اسی لئے غالب نے کہا تھا۔

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

اب خامہ بدستِ دیگر ہے اور خیالات خطاب کا انداز اختیار کرلیتے ہیں، بہرحال یہ تو ایک کمزوری ہوئی جس کا اظہار گویا قارئین کے سامنے ایک معذرت بھی ہے۔

اب دوسری بات کہ قابل احترام اساتذہ میں سے سب سے پہلے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ ہی کیوں کیا گیا ہے اور بہت سی باتوں کے علاوہ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ میری دینی زندگی کو دوبارہ پٹری پر لانے اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مومنانہ نگاہ کا بہت بڑا دخل ہے۔

اس کا واقعہ دلچسپ بھی ہے اور نصیحت آموز بھی جو آپ انشاء اللہ آئندہ سطروں کے بعد ملاحظہ فرمائیں گے۔

بات ۱۹۵۶ء/ مطابق ۱۳۷۶ھ کی ہے، جیسا کہ لوگ جانتے ہیں درسِ نظامی میں ایک مرحلہ آتا ہے جس کو''موقوف علیہ'' کہا جاتا ہے، موقوف علیہ کا مطلب یہ ہے کہ جس پر دورہ حدیث کی تعلیم موقوف ہوتی ہے، حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح پڑھنے کے بعد اب دورہ حدیث میں داخلے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تو جناب یہ بندہ ناچیز مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب کہ اگلے سال فاضل کے آخری درجہ دورہ حدیث میں داخلہ ہونا تھا، اینٹھ گیا کہ میں آگے مولوی نہیں بنوں گا، بلکہ کسی کالج میں جا کر پڑھوں گا، والد صاحب کے سامنے براہ راست کچھ کہنے کی ہمت تو کبھی نہیں ہوئی، مگر والدہ کے ذریعے ہم نے اپنی بغاوت کا کھلا اعلان کر دیا اور کہہ دیا کہ اگر ہمارا مطالبہ نہ مانا گیا تو ہمیں کچھ اور سوچنا پڑے گا، کچھ اور سوچنے کا مطلب گھر سے بھاگنا بھی ہوسکتا تھا، بہر حال یہ دھمکیوں کا سلسلہ چلتا رہا اور رمضان المبارک کی چھٹیاں ختم ہو کر شوال سر پر آ گیا، گیارہ تاریخ سے مدرسے کھل گئے، داخلے شروع ہو گئے، داخلوں کے زمانے میں دیوبند کی چہل پہل اور رونق الگ ہی منظر پیش کرتی ہے، ہم کالج کے خیالوں میں مگن طرح طرح کے منصوبے بنا رہے تھے کہ ایک دن باہر سے گھر میں آئے، تو دیکھا سامنے دالان میں تخت پر بڑی بڑی کتابوں کا ایک چٹّہ رکھا ہوا ہے، کھول کر دیکھا تو وہ نئی چرمی جلدوں میں بخاری شریف، مسلم وغیرہ صحاح ستّہ اور دورہ حدیث کی پوری کتابیں، وہ بھی بالکل نئی رکھی ہوئی ہیں۔

ہم نے ان کو دیکھ کر والدہ سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے ٹالنے کے لیے کہہ دیا کہ مجھے نہیں معلوم، تم اپنے ابّا سے پوچھ لینا۔

دوپہر کا کھانا سب ساتھ کھایا کرتے تھے، کھانا کھاتے ہوئے والد صاحب نے کہا کہ ''شاید تم ان کتابوں کو دیکھ کر ڈر رہے ہو، ڈرنے کی کوئی بات نہیں تمہیں تو کالج میں پڑھنا ہے مولوی بننا نہیں ہے، مگر یہ کتابیں پورے سال یہاں رکھی رہیں گی اور ہم ان کو دیکھا کریں گے کہ اگر تم پڑھتے تو ان کو پڑھتے۔''

یہ کہہ کر انھوں نے ہمیں ایک حیرت کے عالم میں چھوڑ دیا۔

آٹھ دس دن کے بعد غالباً بیس شوال سے جب سبق شروع ہونے تھے، دارالعلوم کے ٹائم ٹیبل کے حساب سے چوتھا گھنٹہ شروع ہونے والا تھا، والد صاحب نے مجھے اپنی درس گاہ میں بلایا

قارئین کو بتاتا چلوں کہ میرے والد مرحوم کا نام حضرت مولانا قاری جلیل الرحمٰن عثمانی تھا اور وہ دارالعلوم دیوبند کے تجوید کے استاذ تھے، احاطہ مولسری میں نودرہ کے احاطے میں جنوبی طرف ان کی درس گاہ تھی، جہاں انھوں نے تقریباً ساٹھ سال قرأت و تجوید کا درس دیا۔

تو بات چل رہی تھی کہ چوتھے گھنٹے کے قریب والد صاحب نے مجھے اپنی درس گاہ میں بلایا اور فرمایا کہ ''ابھی تھوڑی دیر کے بعد مولانا حسین احمد صاحب مدنی بخاری شریف کا درس شروع کرائیں گے، تمہیں تو کالج میں پڑھنا ہے لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو بغیر کتاب لئے ویسے ہی جا کر مولانا کے سبق میں شرکت کر لو تو اچھا ہے۔'' اس کے ساتھ انھوں نے چند جملے یہ بھی فرمائے کہ:

''تمہاری نوعمری ہے، مولانا کا مرتبہ کیا ہے یہ تم جانتے نہیں ہو، بڑے بڑے علماء مولانا سے پڑھنے کی تمنا کرتے ہیں اور تمہارے تو گھر میں ہی نہر بہہ رہی ہے۔''

میں نے دل میں سوچا ابا جی میری ساری باتیں مان رہے ہیں چلو اتنی چھوٹی سی بات میں ان کی مان لوں تو کیا حرج ہے۔

میں اٹھا، وہاں سے چل کر چند قدم پر ہی دارالحدیث تحتانی میں دورہ حدیث کے طلباء جمع تھے، میرے ہاتھ میں کتاب بھی نہیں تھی، اتفاق سے جگہ ملی تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل عین سامنے۔

طریقہ یہ تھا کہ بخاری شریف کا درس دوپہر کو اور رات کو ہوتا تھا، رات کے درس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ اور عبارت خود پڑھتے تھے، دن کے درس میں حدیث کی عبارت کوئی طالب علم پڑھتا تھا، مگر پہلے دن، دن میں بھی خطبہ اور حدیث خود حضرت مدنیؒ پڑھا کرتے تھے، اُس وقت درس میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز بہت بلند تھی اور طلبہ کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھی، اُس سال دورہ حدیث میں دوسو ساٹھ طلبہ تھے۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اب سنئے کہ ہمیں جگہ ملی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے عین سامنے،تھوڑی دیر کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بلند، باوقار اور کھنک دار آواز میں خطبہ حدیث پڑھا، پھر حدیث کی تلاوت فرمائی۔کیا کہیں، کیسے کہیں، اس کیفیت کے لئے الفاظ کہاں سے لائیں، بس ایسا معلوم ہورہا تھا کہ پوری فضا نور سے بھری ہوئی ہے، فرشتے اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے ہیں اور بلامبالغہ کئی بار ایسا محسوس ہوا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سیدھے میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہیں۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس نگاہ نے میری دل کی دنیا کو زیروزبر کردیا، کچھ لمحے کے لئے تو ایسا محسوس ہوا کہ پورے ہال میں میرے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے، پھر دل کا سارا غبار آنسوؤں کے راستے سے دُھلتا چلا گیا جو چند لمحے پہلے تھا وہ اب نہیں تھا'' نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی'' سب کچھ بدل چکا تھا، میں گھر واپس آیا اور گھر والوں سے کہا کہ اب میں مولوی بننا چاہتا ہوں۔ ابا جی تو اس لمحے کے جیسے منتظر تھے خوشی سے پھولے نہیں سمائے تھے، دادے ابا کی مسجد، مسجد عزیز میں میرے لئے وہ کمرہ صاف کرایا گیا جس میں کبھی طالب علمی کے زمانے میں میرے تائے ابا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ رہا کرتے تھے، ان کی طالب علمی کے زمانے کی کچھ کتابیں بھی مجھے ان کے کمرہ سے ملیں۔

کمرہ میں چائے بنانے کے لئے جو اسٹو وراثت میں ملا وہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، صاف کرکے جو پالش لگایا تو ایسا چمک گیا جیسے بالکل نیا ہو، وہ اسٹو یہاں مالیرکوٹلہ آنے تک میرے پاس رہا، پھر ایک دن کسی چور کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے میرے اوپر کے کمرے سے وہ اسٹو چرالیا جس کا مجھے بڑا افسوس رہا کہ وہ بھی ایک یادگار چیز تھی۔

بہرحال کمرہ تایا ابا کا، اسٹو حضرت دادا صاحب کا اور ہمارے کمرہ کے ساتھی بنے رفیق درس مولانا شفیق عالم پورنوی، قاضی مجاہد الاسلام صاحب ہم سے ایک سال پہلے دورہ حدیث سے فارغ ہوچکے تھے، ان سے درس کی کچھ کا پیاں ہتھیائیں، اور شب و روز کا مشغلہ بس مطالعہ مطالعہ، سبق سبق، پڑھنا ہی پڑھنا تھا صبح فجر کے بعد سبق شروع ہوتے تھے، دوپہر، عصر بعد اور مغرب بعد کے علاوہ رات کے بارہ بجے تک سبق چلتے رہتے تھے، مگر مطالعہ اور سبق کی یہ مشغولیات ذہن پر ذرا بھی بار نہیں ہوتی تھیں اور عجیب سی سرمستی اور خوشی کی کیفیت رہتی تھی، نہ دن کی خبر نہ رات کی، نہ تکلف نہ الجھن، ساتھیوں کے ساتھ خوش گوار صحبتیں، علمی بحثیں، طالب علمانہ زندگی کا وہ لطف جو اُس سال آیا، اس کے بعد پھر کبھی میسر نہ آیا۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن

ہمارے دیوبند کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ متقشف قسم کے مولانا خورشید عالم صاحب تھے، مگر تھوڑے دنوں میں ہم نے ان کو بھی اپنے ڈھرے پر لگالیا اور وہ بھی محفلوں میں اسی طرح شریک ہونے لگے ،مولانا حسیب صدیقی صاحب تو ہمارے شروع سے ساتھی تھے، بھوپال کے مولانا عبدالرزاق صاحب اور بھی کتنے ہی لوگ تھے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا اس پر توجہ فرمائیں کہ والد صاحب نے کس خوبصورتی کے ساتھ ایک ماہر نفسیات کی طرح میرے ذہن کو موڑ دیا اگر وہ سختی سے کام لیتے، ڈانٹ ڈپٹ کرتے تو شاید میری ضد بڑھتی چلی جاتی لیکن انھوں نے ہلکے ہلکے میرے جذبات کو ایک رُخ دے دیا اور بڑی عمدگی سے بات منوالی جو ظاہر ہے میرے ہی فائدے کی تھی۔ دوسری طرف استاذ گرامی کی نگاہِ کامل کا اندازہ کیجئے، اب آپ اس کو روحانیت کی زبان میں جو بھی نام دینا چاہیں دے لیں، لیکن اس کی تاثیر سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے جس کو میں نے خود محسوس کیا، ہمارے مدارس میں یہی نسبتیں تھیں جن کی وجہ سے یہ ادارے اندھیروں میں چراغ

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جلاتے رہے۔

درس شروع ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا اور حضرت مدنیؒ سے میری عقیدت کا تعلق ہر دن زیادہ ہوتا چلا جارہا تھا کہ والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ تمہیں حضرت مدنی کی دعوت کرنی چاہئے، میں نے کہا کیسے کہوں میری تو ہمت ہی نہیں پڑتی۔

ابا جی نے کہا نہیں تم ان سے عرض کرو انشاء اللہ وہ قبول کرلیں گے۔

چنانچہ سبق سے فارغ ہونے کے بعد جب دوپہر کو حضرت درس گاہ سے باہر تشریف لائے تو میں ہمت کرکے آگے بڑھا اور کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے!

حضرت سن کر کھڑے ہوگئے اور کہا فرمائیے!

میں نے کہا: آپ کی دعوت کرنے کو دل چاہتا ہے!

اس پر جو حضرت نے جملے ارشاد فرمائے وہ میرے لئے انتہائی حیران کن تھے، میرا خیال تو یہ تھا کہ شاید حضرت مجھے پہچانتے بھی نہ ہوں گے اور مجھے اپنا تعارف کرانا ہوگا، مگر یہ سب اندازے غلط تھے، حضرت مجھے جانتے اور پہچانتے تھے اور آپ نے نہایت شفقت اور محبت کے لہجے میں فرمایا کہ:

''میں آپ کے گھرانے کا خادم ہوں، جب کہیں حاضر ہوجاؤں، کیا آج ہی چلوں؟''

میں نے عرض کیا کہ کل شام کو مناسب ہے۔

فرمایا ''بہتر ہے میں حاضر ہوجاؤں گا''۔

اگلے دن شام کو میں حضرت کو لینے کے لئے جانے بھی نہیں پایا تھا کہ بعد نمازِ مغرب حضرت تانگے میں بیٹھ کر خود ہی تشریف لے آئے۔

اور شفقت کی انتہا ہے کہ نہ صرف یہ کہ خود تشریف لائے بلکہ اپنے ساتھ اپنے داماد بھائی رشید الدین حمیدی اور ارشد میاں وغیرہ سب کو لے کر آئے۔

دیوبند میں بھائی ناصر مرحوم کا تانگا حضرت کے لئے مخصوص تھا، اسٹیشن وغیرہ جہاں بھی جاتے تھے اسی تانگے سے جاتے تھے۔

حضرت کی تشریف آوری بادِ بہاری کی آمد سے کم نہ تھی، سارے گھر میں عجیب مسرت کا احساس تھا، پھر حضرت نے فرداً فرداً ایک ایک بچے کو بلایا، شفقت سے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائیں فرماتے رہے۔

صاف نظر آرہا تھا کہ یہ آنا عام آنا نہیں ہے بلکہ اس کا ایک مخصوص انداز ہے، بہت دیر حضرت بیٹھے رہے، مسرت کا اظہار فرماتے رہے اور پرانے تعلق کو یاد کرتے رہے، غالباً حضرت میرے دادا مرحوم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے شاگرد بھی تھے۔

لیکن سچائی یہ ہے کہ اب سے پہلے دادا مرحوم کے بھائی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے سیاسی اختلافات کی وجہ سے کچھ بُعد محسوس ہوتا تھا مگر اب وہ دوری کا احساس انتہائی قربت میں بدل گیا تھا اور وہ پرانی باتیں ذہن سے نکل گئی تھیں۔

اب تو یہ بڑے میاں ہمیں اتنے اچھے لگتے تھے کہ دل چاہتا تھا کہ دیکھتے ہی رہیں، اللہ نے وہ نورانیت اور چہرے پر وہ وقار عطا کیا تھا کہ جو ایک دفعہ دیکھ لیتا تھا اس کا دل حضرت کی طرف کھنچنے لگتا تھا۔

جب واپس ہوکر تانگے میں بیٹھنے لگے تو حضرت کی عادت تھی کہ تانگے میں پیچھے کی طرف بیٹھتے تھے، والد صاحب نے مجھے ساتھ جانے کا اشارہ کیا، اگلے حصے میں سب بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے کے پچھلے حصے میں حضرت کے برابر میں بیٹھتے ہوئے مجھے جھجھک ہوئی تو حضرت نے نہایت محبت سے ڈانٹتے ہوئے فرمایا ''میرے پاس کیوں نہیں بیٹھتا، کیا میں تجھے کھا جاؤں گا۔'' اور میں جلدی سے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔

آپ کے اس مشفقانہ انداز کا آج تک دل پر گہرا اثر ہے۔

باقی آئندہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

این آر سی — ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

مولانا سید احمد ومیض ندوی (حیدرآباد) Mob: 09440371335

این آر سی کی نامعقولیت پر کسی قسم کے دلائل وشواہد کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اس کے نقصانات کا دائرہ صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں، بلکہ اس سے جہاں ملک کا ہر باشندہ متأثر ہوگا وہیں ملکی معیشت پر بھی اس کے بڑے خطرناک اثرات مرتب ہوں گے، کون نہیں جانتا کہ اس وقت ہمارا ملک تاریخ کے بدترین معاشی بحران سے گزر رہا ہے، جی ڈی پی کی سطح آخری حد کو پہنچ چکی ہے، کروڑوں نوجوان بے روزگاری کی مار برداشت کررہے ہیں، ایسے میں این آر سی کرا کے اربوں کا سرمایہ فضول جھونکنا ملک کو مزید کنگال کرنا ہے جس کا ملک متحمل نہیں ہے، آسام کے تین کروڑ تیس لاکھ افراد کی این آر سی میں دو ہزار کروڑ روپئے صرف ہوئے، اگر پورے ملک میں این آر سی لاگو کیا جائے گا تو ایک ارب تیس کروڑ افراد کی این آر سی میں ملک معاشی بحران کی اتنی گہری کھائی میں گرے گا جہاں سے اٹھنا محال ہوجائے گا۔

این آر سی اور سی اے اے کا آپسی ربط

حکومت کا کہنا ہے کہ این آر سی کا سی اے اے سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، جب کہ یہ صریح جھوٹ ہے، حالیہ لوک سبھا الیکشن کے موقع پر ایک سے زائد مرتبہ وزیر داخلہ کہہ چکے ہیں کہ این آر سی سے پہلے سی اے اے لایا جائے گا، اس کا مقصد یہ ہے کہ مذکورہ تین ممالک سے جتنے غیر قانونی غیر مسلم پناہ گزیں ہوں گے پہلے انہیں سی اے اے کے ذریعہ ہندوستانی شہریت دے دی جائے گی اس کے بعد این آر سی نافذ ہوگا، جس کے کاغذات مطلوبہ معیار کے نہ ہوں گے اسے گھس پیٹھیا مان کر (Detention Center) حراستی مراکز میں ڈال دیا جائے گا، ایسی صورت میں یہ حراستی مراکز صرف مسلمانوں کے لیے ہوں گے، این آر سی اور سی اے اے کو ایک دوسرے سے لاتعلق بتانا ایک مغالطہ آمیز دروغ گوئی ہے، دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، سی اے اے کا مقصد غیر مسلم طبقہ کو صاف بچالینا ہے، اس سے غیر مسلم طبقہ آخر کار بچ جائے گا، لیکن بہرحال ابتدا میں کاغذات کی فراہمی کے جو مراحل ہوں گے ان سے ہر ہندوستانی باشندہ کو گزرنا ہوگا، اس لیے کہ این آر سی کے تحت ہندوستان کے سارے ہی باشندوں سے مطلوبہ کاغذات طلب کئے جائیں گے۔

این آر سی کیا ہے؟

این آر سی دراصل نیشنل رجسٹر آف سٹیزن شپ کا مخفف ہے، جسے آپ قومی شہری رجسٹر کہہ سکتے ہیں، سی اے اے CITIZENSHIP AMENDMENT ACT کا مخفف ہے، اردو میں اسے شہری ترمیمی قانون کہا جاتا ہے، یہ دونوں قانون زیادہ وقفہ کے بغیر پارلیمنٹ سے پاس ہوچکے ہیں، سی اے اے دراصل این آر سی کا پیش خیمہ ہے، جس کا مقصد افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش سے جو بھی غیر مسلم ۲۰۱۴ء سے پہلے ہندوستان میں آکر پناہ گزیں ہوئے انہیں شہریت دینا ہے، اس قانون کی رو سے ان ممالک سے آئے سارے غیر مسلم چاہے وہ عیسائی ہوں یا ہندو سکھ وغیرہ، وہ ہندوستان کی شہریت پاسکیں گے، اور ہر وہ شخص اس کی زد میں آئے گا جس کا دین اسلام سے تھوڑا بھی تعلق ہو، شیعہ، قادیانی، مہدوی اور خوجہ وغیرہ سب پر اس قانون کا ہتھوڑا چلے گا، حکومت سی اے اے لاکر آسام میں لاگو کی گئی این آر سی کی ناکامی چھپانا چاہتی ہے، بھاجپا کا خیال تھا کہ چوں کہ آسام میں آئے سارے گھس پیٹھیے مسلمان ہیں، اس لیے وہاں این آر سی لاگو کرکے انہیں حراستی کیمپوں میں گھسیڑ دیا جائے گا، بی جے پی اور آر ایس ایس روز اول سے چلا رہے تھے کہ بنگلہ دیشی سرحد سے اتصال کے سبب آسام میں غیر ملکیوں کی تعداد زیادہ ہے، انہیں ملک سے نکال باہر کردینا چاہیے، ان کا خیال تھا کہ سارے کے سارے گھس پیٹھیے مسلمان ہی ہوں گے، لیکن

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جب این آر سی لاگو کی گئی تو غیر ہندوستانی مقیمین کی کل تعداد ۱۹/ لاکھ میں ۱۲/ لاکھ غیر مسلم نکلے، جب کہ مسلمان ۷/ لاکھ سے متجاوز نہ ہوئے، این آر سی کے یہ نتائج بی جے پی پروپیگنڈہ کے سراسر خلاف آئے، جس سے بی جے پی قائدین کے پیروں تلے زمین کھسک گئی، آخرکار غیر مسلموں کو این آر سی کی زد سے بچانے کے لیے سی اے اے کا قانون بنایا گیا۔

این آر سی کی حمایت میں بودے دلائل

این آر سی کے جواز پر یہ لنگڑی دلیل پیش کی جارہی ہے کہ اس کا مقصد تین ممالک کی مظلوم اقلیت کو ملک میں شہریت دینا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان کے پڑوس میں صرف مذکورہ تین ہی ممالک کی اقلیتیں مظلوم ہیں؟ کیا سری لنکا میں تمل مظلوم نہیں ہیں؟ اور کیا برما کی مظلوم اقلیت کو ساری دنیا نہیں جانتی؟ بھوٹان اور نیپال میں بھی تو اقلیتیں پائی جاتی ہیں، آخر انہیں کیوں شامل نہیں کیا گیا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ ان مذکورہ ممالک کے لوگوں کو آپ ملک میں کہاں ٹھہرائیں گے؟ کیا اتنی بڑی تعداد کے لیے آپ ملازمت اور دیگر سہولیات فراہم کرسکیں گے، جب کہ خود ملک کے اصل لاکھوں باشندے ملازمت اور روزگار سے محروم ہیں، علاوہ ازیں یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ برسوں سے مقیم مقامی باشندوں کو شہریت سے محروم کردیا جائے اور جن کا ملک سے کوئی تعلق نہیں ہے انہیں شہریت دی جائے، تعصب وبدنیتی کے حامل فرقہ پرست قائدین این آر سی پر کتنی ہی دلیلیں پیش کریں لیکن یہ ملک کے لیے انتہائی تباہ کن ہے، اس سے ملک ایسی بے شمار آفتوں میں گھر جائے گا جن کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا، جو لوگ این آر سی کی غیر ضروری حمایت کررہے ہیں انہیں ان نکات پر غور کرنا چاہیے جنہیں شیام میرا سنگھ نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

۱- دیش میں ۳۰ کروڑ لوگ بے زمین ہیں، یعنی ان کے پاس کوئی زمین نہیں (یہ اعداد وشمار ارون جیٹلی کی جانب سے پارلیمنٹ میں بتائے ہوئے ہیں) سوال اٹھتا ہے کہ جب ۳۰ کروڑ لوگوں کے پاس زمین نہیں ہے تو وہ کس زمین کے کاغذات این آر سی میں پیش کریں گے؟

۲- ۱۷۰ لاکھ لوگ بے گھر ہیں یعنی ان کے پاس رہنے کے لیے گھر نہیں ہیں، کوئی فٹ پاتھ پر سوتا ہے، کوئی جھگی جھونپڑی بنا کر، کوئی فلائی اوور کے نیچے، ایسا میں نہیں کہہ رہا ہوں مرکزی سرکار کی جانب سے سروے کرنے والا ادارہ NSSO کہہ رہا ہے، اب اگر ان لوگوں کے پاس مکان نہیں ہے تو وہ کیا فٹ پاتھ یا فلائی اوور کے کاغذات این آر سی میں دکھائیں گے کہ وہ کون سے فٹ پاتھ یا کس فلائی اوور کے نیچے سوتے ہیں؟

۳- اس دیش میں ۱۵ کروڑ خانہ بدوشوں کی آبادی ہے، آپ نے شاید بنجارے، گاڑیا لوہار وغیرہ کے نام سنے ہوں گے، ان کے رہنے سہنے کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہوتا، جب ٹھکانہ ہی نہ ہو تو کون سے کاغذات؟

۴- اس دیش میں ۸ کروڑ ۴۳ لاکھ لوگ آدیباسی ہیں جن کے بارے میں خود سرکار کے پاس ناکافی اعداد وشمار ہوتے ہیں۔ (مردم شماری ۲۰۱۱ء) ان کا کیا ہوگا؟

۵- آخر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۷۰ء میں ملک کی شرح خواندگی ۳۴ فیصد تھی، یعنی ۶۶ فیصد لوگ ان پڑھ تھے، بالفاظ دیگر اس ملک کے ۶۶ فیصد اجداد اور بزرگوں کے پاس لکھائی پڑھائی کا کوئی دستاویز ہی نہیں ہے، آج بھی تقریباً ۲۶ فیصد یعنی ۳۱ کروڑ لوگ ان پڑھ ہیں، جب اسکول ہی نہیں گئے تو انہوں نے مارک شیٹ کس بات کی رکھی ہوگی؟ شیام میرا سنگھ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ اپنے گاؤں شہر کے سب سے کمزور پچھڑے لوگوں کے گھروں پر نظر ڈالیے اور سوچیے کہ ان کے پاس ان کے دادا پردادا کے کون کون سے کاغذات رکھے ہوں گے، کیا شہریت ثابت نہ کرسکنے کی صورت میں ان کے پاس اتنی دولت ہوگی کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں کوئی مقدمہ لڑسکیں؟'' شیام میرا سنگھ کے مطابق این آر سی جیسا غیر ضروری فضول اور توہین آمیز قانون صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں ہے، اس بات کو آپ جتنی جلد سمجھ پائیں گے اچھا ہوگا، آسام میں جو ہندو شروعات میں کہہ رہے تھے کہ آسام میں ایک کروڑ گھس پیٹھیے ہیں، جب ۱۹ لاکھ ایسے نکلے جو اپنی شہریت ثابت نہ کر پائے اس میں بھی ۱۲ لاکھ ہندو ہیں، اب وہی ہندو این آر سی کے نام سے بھی کانپتے ہیں اور اسے رد کرنے کی آواز اٹھا رہے ہیں

این آر سی کے نقصانات

جہاں تک این آر سی سے مسلمانوں کو ہونے والے نقصان کی بات ہے تو بقول ایک صحافی کے مسلمانوں کے لیے این آر سی تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، جب ایک دو ماہ کے دستاویز بڑی مشکل سے مل پاتے ہیں تو ۱۹۵۱ء تک کے کاغذات کہاں سے لائے جائیں گے، آدھار کارڈ، پین کارڈ، پاسپورٹ اور ووٹر آئی ڈی کے بارے میں وضاحت آچکی ہے کہ یہ این آر سی کے لیے ناقابل قبول ہوں گے، علاوہ ازیں سرکاری کاغذات بالعموم لفظی اغلاط اور خامیوں سے محفوظ نہیں ہوتے، نام اور املاء کی غلطی تو عام ہے، اس کا حل نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے، مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی آزمائش یہ ہوگی کہ غریب مسلمان جب شہریت ثابت کرنے سے قاصر ہوں گے تو (Detention Center) کی عقوبتوں سے بچنے کے لیے وہ خود کو غیر مسلم ظاہر کریں گے، اس طرح مسلم قوم میں ارتداد کا سیلاب امڈ آئے گا، شاید آر ایس ایس کا یہی منصوبہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے مذہب سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا جائے، تاریخ سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے، مسلم اندلس کو عیسائی بنانے کے لیے یہی حربہ استعمال کیا گیا تھا، بے شمار مسلمان شہریت چھن جانے کے خوف سے عیسائی بن گئے تھے، گذشتہ چند سالوں کے دوران برازیل، ارجنٹائنا اور جرمنی وغیرہ یوروپی ملکوں کو ہجرت کرنے والے سیکڑوں لبنانی، اردنی، شامی اور فلسطینی مسلمانوں نے ان ملکوں کی شہریت پانے کے لیے عیسائیت اختیار کر لی، بنگلہ دیش میں روہنگیا مسلمانوں کے کیمپوں کا حال زار دنیا سے مخفی نہیں ہے۔

ملک سے مسلمانوں کے صفایا کی سازش

ایک صاحب قلم نے بجا لکھا ہے کہ این آر سی ملک سے مسلمانوں کے صفایا کا حکومتی منصوبہ ہے، اس بات کو انہوں نے اعداد وشمار سے ثابت کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے شہروں اور دیہاتوں میں ۱۵ فیصد سے زائد لوگوں کے پاس اپنی زمین نہیں ہے، وہ برسوں سے یا تو PWD کی زمین پر رہ رہے ہیں، یا پھر WASTELANDS پر، کچھ وہ ہیں جو راجاؤں اور جاگیرداروں کی زمین پر بھی رہتے ہیں، ان کے پاس ان زمینوں کا کوئی کاغذ نہیں، کچھ فٹ پاتھ اور جھگیوں پر، ہندوستان کی کل آبادی تقریبا ۱۳۵ کروڑ ہے اور ان میں بغیر کاغذ کی زمین پر رہنے والے ۱۵ فیصد ہیں، جن کا کل عدد ۲۰ کروڑ ۲۵ لاکھ ہوگا، اب اگر ان میں سے آدھے لوگوں کو مسلمان مانا جائے تو ان غیر کاغذی زمینوں پر رہنے والے مسلمان کل آبادی کا 7.5% حصہ ہوں گے، اس حساب سے ۱۳۵ کروڑ کا 7.5% دس کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ ہوگا، ہندوستان میں مسلمانوں کی کل آبادی 41.2% یعنی تقریبا ۲۰ کروڑ اور ان ۲۰ کروڑ میں سے دس کروڑ بارہ لاکھ تو وہ نکل گئے جن کے پاس زمین کے کاغذات ہی نہیں ہیں، چہ جائے کہ وہ ۱۹۷۱ء سے پہلے کے کاغذات دکھائیں، اگر این آر سی زمینی کاغذات کی بنیاد پر ہو جیسا کہ آسام میں ہوا، تو 10.12 کروڑ ایسے مسلمان ملک بدر کردئے جائیں گے جو صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں، یاد رہے کہ یہ ایک اندازہ ہے، ممکن ہے کہ غیر کاغذاتی زمینوں پر رہنے والے مسلمانوں کی تعداد ۶۰ یا ۷۰ فیصد کو پہنچ جائے، پھر سوچئے کہ کتنے لوگ نکالے جائیں گے، اخیر میں صاحب مضمون نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ آر ایس ایس کا بہت پرانا ایجنڈہ تھا کہ مسلمان مکت بھارت ہو، اور آج بی جے پی اسی ایجنڈہ پر سی اے اے اور این آر سی کی شکل میں عمل کر رہی ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

معروف مفکراور مترجم قرآن مراد ہاف مین کا انتقال

مجتبیٰ فاروق

اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کے ساتھ خصوصی احسان کرتا ہے ان کو کفر وشرک کی گمراہیوں سے نکال کر رشد و ہدایت سے نوازتا ہے اورانہیں دین مبین کی اشاعت کے لئے منتخب کرتا ہے، ان ہی خوش نصیبوں میں ایک بڑا نام ڈاکٹر ولفرڈ مراد ہاف مین کا ہے، مراد ہاف مین قبول اسلام کے بعد بے لاگ اسلامی مفکر کی حیثیت سے مغرب کے افق پر جلوہ افروز ہوئے، وہ مترجم قرآن، مصنف، تجزیہ نگار، داعی، مفکراور ایک ڈپلومیٹ کی حیثیت سے نہ صرف عیسائی دنیا میں بلکہ عالم اسلام میں بھی معروف تھے۔

مراد ہاف مین 6 جولائی 1931 میں آسچا ٔفنبرگ (جرمنی) میں ایک کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوئے، انھوں نے نیو یارک میں یونین کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد، قانون میں Contempt of Court publication under Amarican and Jerman law کے موضوع پر میونخ یونیورسٹی سے 1975ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اس کے بعدوہ جرمنی کے کئی سیاسی اور پالیسی سازاداروں کے اہم عہدوں پرفائزرہے۔

مراد ہاف مین 1980ء میں مشرف بہ اسلام ہوئے، قبول اسلام کے متعلق انھوں نے لکھا ہے کہ سفارت کاری نے مجھے یہ موقع دیا ہے کہ میں نے مغربی فکر وتہذیب کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مغربی تہذیب دریا کے کنارے کھڑی دریا برد ہونے کے قریب ہے، اسلام کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ قبول اسلام کے فوراً بعد میں نے عربی زبان سیکھی اور قرآن مجید کو پڑھنا شروع کیا اور جوں جوں اس کی گہرائی میں اتر تا گیا اس کے ساتھ تعلقِ خاطر محکم سے محکم تر ہوتا گیا، اس طرح سے قرآن نے میری روحانی ضرورتوں کو مطمئن کیا اور میری زندگی متوازن بنادی۔

ان کی پہلی کتاب 1985 میں بعنوان ''ایک جرمن مسلم کا روزنامچہ'' (MuslimDiary of German) لکھی، ان کی دوسری اہم کتاب ''اسلام بطور متبادل'' (Islam The Alter native) لکھی جس میں انھوں نے مغرب کو دعوت دی کہ آپ اسلام کے جھنڈے تلے ہی زندگی گزاریں اور اسلام ہی تمہاری تہذیب کا متبادل ہے، 1996ء میں ان کی ایک اور شاہ کار کتاب Islam-2000 کے عنوان سے شائع ہوئی، مذکورہ کتاب کو سموئل ہنٹنگٹن کی کتاب The Clash of Civilizations کے بعد ضرور مطالعہ کرنا چاہئے، 1997ء میں ''مکہ کا سفر'' (Jurney to Makkah) اور 2000ء میں ''اسلام تیسرے ہزارویں پر (Islam the Third Milliennum) جیسی نادر کتابیں شائع ہوکر تشنگانِ حق کو فیض یاب کرتی رہیں، یہ سبھی کتابیں جرمن، عربی اور انگریزی کے علاوہ دیگر اہم زبانوں میں بھی دستیاب ہیں، ان کا سب اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک اہم ضرورت کے تحت قرآن مجید کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا جس سے ہزاروں لوگ استفادہ کررہے ہیں، اسلام، دعوت دین، احیائے اسلام، عورتوں کے حقوق، مادیت اور روحانیت، اور مغربی تہذیب پران کے منفرد افکار ہیں جن سے ہر حال میں استفادہ کرنا چاہئے۔ ۱۳؍جنوری ۲۰۲۰ء کو یہ عظیم شخصیت اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ●

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: اگر ایک رکعت میں تین سجدے ہو جائیں اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا ہے تو نماز ہو جائے گی یا لوٹانی پڑے گی؟

ج: نماز کی ایک رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہیں، اگر کسی نے غلطی سے تین سجدے کر لیے تو اس پر اس غلطی کے ازالہ کے لیے سجدہ سہو کرنا واجب ہو جائے گا، اگر ایک رکعت میں تین سجدے کرنے کی صورت میں آخر میں سجدہ سہو نہیں کیا تو وقت گزرنے سے پہلے پہلے اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا، اور وقت گزرنے کے بعد اعادہ کرنا مستحب ہوگا:

وقد اقتصر المصنف على هذه الواجبات في باب صفة الصلاة:وبقي واجب آخر وهو عدم تأخير الفرض والواجب وعدم تغييرهما وعليه تفرع مسائل منها لو ركع ركوعين أو سجد ثلاثا في ركعة لزمه السجود لتأخير الفرض وهو السجود في الأول والقيام في الثاني(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري (2/ 105). حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح (ص: 440): كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد أي وجوباً في الوقت، وأما بعده فندب. فقط والله اعلم

س: شیعہ کے گھر کا کھانا کیسا ہے شریعت کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں؟

ج: شیعہ اثنا عشری کی کتابوں میں جو عقائد باطلہ ملتے ہیں وہ نص قرآنی کے خلاف ہیں، مثلاً: وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل ہیں، وہ اپنے بارہ اماموں کو مُفْتَرَضُ الطَّاعَۃِ سمجھتے ہیں، یعنی ان کی اطاعت کرنا فرض ہے، جو ان بارہ اماموں کی اطاعت نہ کرے گا وہ مومن نہیں، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہتے ہیں، وہ حضرت جبرئیل کو وحی لانے میں خائن کہتے ہیں، یعنی اللہ نے وحی حضرت علی یا امام غائب کے پاس بھیجی تھی اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے.... یہ سب عقائد قرآن سے متصادم ہیں اور باطل ہیں، قرآن کے خلاف عقیدہ رکھنے والا مومن نہیں، ان کے ساتھ شادی بیاہ سنی کا جائز نہیں، ان کے یہاں کھانے پینے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

س: وَیسٹیج اور فورایور کمپنی میں پیسہ کمانا کیسا ہے؟

ج: کسی بھی کمپنی کے کاروبار کو مکمل طور پر تفصیلات پڑھے بغیر جواز یا عدم جواز کی بات کہنا مشکل ہے البتہ اصولی بات یہ ہے کہ اگر کمپنی سے جڑ کر اس کی مصنوعات خرید کر اس سے نفع کمایا جائے تو اس حد تک گنجائش ہے، جو کہ خرید وفروخت کی عام صورت ہے اسی طرح کسی کو کمپنی سے جوڑ کر ایک مرتبہ مقرر اجرت لے لی جائے تو اس کی بھی اجازت ہے؛ لیکن کسی کو جوڑنے کی وجہ سے جب تک وہ اس کمپنی کی مصنوعات خریدتا رہے اس کا کچھ فیصد، اسی طرح اس کے واسطے سے جڑنے والوں کی خریداری پر کچھ فیصد لیتے رہنا اصولِ اجارہ کے خلاف ہے؛ اس لیے اس کی اجازت نہیں ہے، بالعموم اس طرح کی کمپنیوں کا طریقہ کار بھی جائز و ناجائز امور پر مشتمل ہوتا ہے، اور جائز حد میں رہ کر نفع کمانا مشکل ہوتا ہے؛ اس لیے ایسی کمپنیوں سے جڑ کر نفع کمانے سے احتیاط ضروری ہے، جب تک مکمل طریقہ کاروبار پر نگاہ رکھ کر اس کے جواز کی تحقیق نہ کر لی جائے۔ قال تعالیٰ: یاایھا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل..... الآیۃ۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتاب نما

نام کتاب : دعوتی نصاب

(برادران وطن میں دعوتی کام کرنے والوں کیلئے اصول وضوابط)

افادات : داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مرتب : مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

صفحات : 38 قیمت : مذکور نہیں

ملنے کا پتہ : مکتبہ دارالعلوم سونوری، مقام پوسٹ سونوری تحصیل مرتضیٰ پور، ضلع اکولہ-444107 مہاراشٹر

ماہ ارمغان کے تمام قارئین ہماری جمعیت امام ولی اللہ کے قافلہ سالار، اور دینی ودعوتی تحریک کے راہ نما حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کی شخصیت سے یقیناً واقف ہوں گے، حضرت مولانا نے اپنے رفقاء اور معاونین کے ساتھ ہندوستان کے اس بت کدہ میں اذان دینے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس کی تفصیلات بھی ارمغان کے قارئین تک پہنچتی رہی ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ یہ ٹوٹی پھوٹی کوششیں اب ایک پورے کارواں کی شکل اختیار کر گئی ہیں، اور نہ صرف ہندوستان کے اکثر حصوں میں بلکہ دنیا کے بیشتر ملکوں میں اس کے اثرات پہنچ رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اتنا بڑا کام اتنے بڑے پیمانہ پر، اپنے بھرپور نتائج کے ساتھ، کچھ مرتب اصول وضوابط، اور متعین قواعد وقوانین کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا، ایک مدت سے ہمارے رفقاء کچھ لگے بندھے اصولوں کے تحت کام کر رہے تھے، اور اپنے اپنے طور پر اس سے نتائج حاصل کر رہے تھے، لیکن یہ ضرورت مسلسل محسوس کی جا رہی تھی، کہ کام کا ایک واضح نقشہ ہو، متعین اہداف ہوں، اور کچھ اصولی ضابطے ہوں جن کی روشنی میں اپنے تجربات کے ساتھ داعی حضرات اپنا دعوتی سفر طے کریں، گذشتہ کچھ عرصہ سے کام کی رفتار اور دائرہ کار بڑھنے کی وجہ سے اس کی ضرورت اور زیادہ محسوس ہونے لگی تھی، اور ہر حلقہ سے ایک متعین نصاب کی ضرورت کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔

ہماری تحریک کے ایک ممتاز صاحب قلم حضرت مفتی محمد روشن شاہ صاحب نے اس ضرورت کا احساس کر کے، حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہم سے ایک تفصیلی انٹرویو لیا، اور اپنے دعوتی تجربات، اور اس راہ میں پیش آنے والے مسائل کو سامنے رکھ کر ایک مکمل نصاب تیار کر دیا، جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے

اس کتابچہ میں دعوتی اجتماعات کی ترتیب، صوبائی اور ملکی جوڑ اور اس کے نظام الاوقات کا تذکرہ ہے، مستورات میں کام کی ترتیب ہے، دوران دعوت کن کتابوں کا مطالعہ مفید ہے، کن کتابوں کا درس دیا جائے، داعی کے معمولات کیا ہوں، مدعو کو کون کون سی کتابیں کس ترتیب سے دی جانی چاہئیں، قرآن مجید کا ترجمہ انھیں کس ترتیب سے پڑھوایا جائے، مہاجر بھائیوں کی دینی تربیت کا کیا نظم ہو، طریقہ دعوت کیا اور کیسے ہونا چاہئے، صوبوں کی سطح پر مراکز کا قیام کن بنیادوں پر کیا جائے، بزرگوں کے مزارات اور درگاہوں پر، اور سجادہ نشینوں کے تعاون سے دعوتی کام کی ترتیب کیسے قائم ہو سکتی ہے، ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، اور بس اڈوں پر دعوتی لٹریچر کیسے فراہم کیا جائے، علمائے کرام سے عوامی ذہن سازی کے لئے دعوتی مقالات لکھوانے کا انتظام، برادران وطن میں رفاہی خدمات کی ضرورت، مہاجر بھائیوں کی تعلیم وتربیت اور نکاح وکاروبار کے مسائل کا انتظام اور اس جیسے متعدد ضروری موضوعات پر اس کتابچہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتابچہ کی اس قدر وقیمت کے پیش نظر، ہر مسلمان کو، خاص طور پر کار دعوت سے دلچسپی رکھنے والے ہر انسان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ واللہ من وراء القصد وھو یہدی السبیل۔

تعارف : محمد حنیف قاسمی

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

اپنے مدعو کو سازشی نہیں، خیر خواہ سمجھئے

بخار کے سیزن میں گھر میں سب لوگ بیمار تھے، دفتر جانے سے پہلے باپ نے گھر میں پکانے کے لئے کچھ تلاش کیا، ڈلیا میں صرف سیب رکھے تھے، اس سے پہلے کہ وہ سیب اٹھاتا، ننھا بچہ جو اللہ کے فضل سے بیماری سے بچا ہوا تھا، اور کھیل رہا تھا، اس نے بڑھ کر ڈلیا سے دونوں سیب اٹھالئے، باپ نے ایک سیب سا دینے کے لئے کہا اور اس کے ہاتھ سے سیب لینے کی کوشش کی تو بچہ نے داہنے ہاتھ والے سیب میں دانت مار دیئے، باپ نے دوسرے ہاتھ والے سیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہاتھ بڑھایا، کہ وہ سیب بچہ سے لے لے، دیکھتے ہی دیکھتے بچہ نے دوسرے سیب کو بھی دانت سے کاٹ لیا، باپ غصہ میں آگیا، اور بچہ کو گالیاں دینے اور مارنے پر آمادہ ہوا، معصوم بچے نے محبت سے داہنے ہاتھ ہاتھ کا سیب بڑھاتے ہوئے کہا کہ پیارے ابو جان، آپ یہ سیب کھائیں، یہ زیادہ میٹھا ہے، دوسرا والا پھیکا ہے، باپ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا، اور اس کا وجود ہل گیا، ننھا سا بچہ جس کے پاس بھلائی محبت اور خیر کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں، میں اس کے بارے میں کس قدر غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا، وہ معصوم یہ دیکھ رہا تھا کہ دونوں میں میٹھا اور اچھا سیب کون سا ہے تا کہ اس کا باپ اچھا سیب کھا سکے۔

زندگی میں روز ہم اس طرح کے حالات سے گذرتے ہیں، کہ جلدی بازی اور صبر و تحمل سے عاری ہو کر دوستوں اور عزیزوں اور بھولے معلوم بچوں کو بھی منفی عینک سے دیکھ کر انفعال میں جذبات میں آکر سخت فیصلے کر لیتے ہیں، حالانکہ ہم داعی اور حامل قرآن امت ہیں، اور قرآن نے ہمیں صبر و تحمل کی کس قدر اہمیت بتائی ہے، ہم اپنی منفی سوچ اور جلد بازی میں لئے گئے فیصلوں سے بنے ہوئے کاموں کو بگاڑ لیتے ہیں، کبھی کبھی اپنے قیمتی اور محبت بھرے پاکیزہ رشتوں کو بگاڑ بلکہ توڑ لیتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کی زندگی میں کتنے ایسے مواقع آتے ہیں، خود اس حقیر کو کتنی بار سابقہ پڑا ہے کہ اپنے اور بعض قریبی دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی اس حقیر نے ایسے حالات دیکھے ہیں کہ اس حقیر نے یا کچھ بھی خواہ عزیزوں نے آخری درجہ میں محبت اور خیر خواہی میں بڑی قربانی کے جذبہ سے کوئی بات کی اور دوسرے عزیز کی منفی سوچ کی وجہ سے سازش سمجھ کر بجائے احسان مندی کے وہ برہم ہو گیا اور بعض دفعہ قریبی رشتوں میں کھٹاس پیدا ہوگئی، قربان جائیے اس رب کریم کی عنایت پر کہ کیسی محبت سے ہمیں محبت کے اصول سکھائے: **یاایھاالذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن، ان بعض الظن اثم**

ہمیں اللہ تعالی نے اپنے فضل سے داعی امت بنا کر خیر امت کا عظیم منصب عطا فرمایا، ہم جلد بازی، منفی سوچ اور انفعال میں نہ صرف کام کا ماحول اور حالات بگاڑ دیتے ہیں بلکہ کبھی کبھی دوسروں کی ہدایت کے لئے رکاوٹ بن جاتے ہیں، اس لئے دعوت کا اہم اصول یہ ہے کہ جہاں داعی کا اپنی دعوت میں مخلص ہونا ضروری ہے وہیں اس کے اندر کی آواز ایثار کی اس صدا سے ہم آہنگ بھی ہو: **ما اسئلک علیه من اجر**

اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اپنے مدعو کو مخلص جانے، داعی اپنے مدعو کو سازشی اور جان بوجھ کر دشمنی اور چالاکی کرنے والا سمجھے گا تو دعوت کی راہ اسی لمحہ مسدود ہو جائے گی، مدعو کی تمام باتوں کو نادانی اور معصوم بچہ کی نادانی میں دونوں سیب کاٹنے کی خیر خواہی سمجھنا آجائے گا تو پھر اس کی حرکتوں پر اس باپ کی طرح ہی پیار آئے گا، اور پھر آسمان سے ہدایت کے دروازے کھلیں گے آخری درجہ میں بھی دشمنی اور سازشوں میں، جب تک غیریت، بیگانگی، غصہ اور انفعال سے دور ہو کر، اپنائیت سے اپنا سمجھ کر: **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** کی دعائیں کرنا داعی امت کو نہیں آئے گا تب تک فتح مکہ اور ہدایت کی ہوائیں چلنے کے خواب دیکھنا عبث ہے۔ کاش ہم سمجھ سکتے!!!

مولانا محمّد کلیم صدیقی

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان